ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بنیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

۱۳ رمئی ۱۹۸۳ء

ہدیہ دو روپے

یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَسُوْقًا یَّأْتُوْنَھَا کُلَّ جُمُعَۃٍ فَتَھُبُّ رِیْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ وَثِیَابِھِمْ فَیَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی اَھْلِیْھِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَیَقُوْلُ لَھُمْ اَھْلُوْھُمْ وَاللّٰہِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا رواہ مسلم۔

انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں ایک بازار ہے بہشتی ہر جمعہ کو وہاں آئیں گے۔ پھر شمال کی ہوا چلے گی۔ پھر وہ ان کے مونہوں اور کپڑوں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ڈالے گی۔ پھر وہ لوگ حسن اور جمال میں زیادہ ہو جائیں گے پھر اپنے اہل عیال ان سے کہیں گے خدا کی قسم ہم سے جدا ہونے کے بعد تم میں اور حسن اور جمال ہو گیا ہے۔ وہ کہیں گے اور تم بھی خدا کی قسم ہمارے جانے کے بعد حسن اور جمال میں زیادہ ہو گئے ہو۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَاْکُلُوْنَ فِیْھَا وَیَشْرَبُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَّرَشْحٌ کَرَشْحِ الْمِسْکِ یُلْھَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ وَالتَّحْمِیْدَ کَمَا تُلْھَمُوْنَ النَّفَسَ رواہ مسلم۔

جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق بہشتی بہشت میں کھائیں گے، پئیں گے اور نہیں تھوکیں گے اور نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ پھریں گے اور نہ ناک چھینکیں گے۔ لوگوں نے عرض کی فضلہ طعام کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا طعام کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہوگا مثل پسینہ کستوری کے بہشتیوں کو سبحان اللہ اور الحمد للہ کا الہام کیا جاوے گا اور وہ ذکر الٰہی ایسا سہولت سے ان سے ہوگا جس طرح سانس لینے میں آسانی ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُہٗ۔ رواہ مسلم۔

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بہشت میں داخل ہوگا وہ چین میں رہے گا اور فکرمند اور محتاج نہیں ہوگا۔ اور نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے۔ اور نہ اس کی جوانی ختم ہو گی۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ وَّاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَھْرَمُوْا اَبَدًا وَّاِنَّ لَکُمْ

(باقی ۲۳ پر)



جلد ۲۸ • شمارہ ۴۵
۱۳ مئی ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر، ایم اے ایل ایل بی

دفاتر
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ ... ناظم آباد، کراچی ... ۲۱۱۴۲
لاہور: خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ دروازہ فون ۶۴۹۱۴

بدل اشتراک
سالانہ ۸۰ روپے
ششماہی ۴۵ روپے
سہ ماہی ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

ناشر: مولانا عبید اللہ انور، طابع الٰہی بخش
مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۸۰، ڈی موری گیٹ لاہور

مسئلہ طلبہ تنظیموں کا؟

”حکومت اور والدین کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ یونیورسٹیاں شیطانی تعلیم کے لئے وقف رہیں یا انہیں رحمانی تعلیم کے مراکز میں بدلا جائے؟“

”طلبہ یونینوں اور فیڈریشنوں کا خاتمہ کیوں نہیں کیا جا سکتا؟“

”انہوں نے تعلیمی اداروں کو میدان کارزار بنا رکھا ہے۔ ماں باپ کا ان پر کوئی کنٹرول نہیں“۔

۲۹ اپریل کے روزنامہ جنگ لاہور کی رپورٹنگ کے مطابق لاہور ہائی کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے ایچی سن کالج لاہور کی تقریب تقسیم انعامات سے خطاب کیا۔ اخبار کے بقول اس تقریب میں طلبہ کے علاوہ والدین کی بھاری اکثریت نے بھی شرکت کی —— ڈاکٹر صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا اس کا لب لباب اور خلاصہ وہی ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سے ایک دن قبل اخبارات میں جلی سرخیوں سے یہ خبر چھپی تھی کہ صوبہ سرحد کی حکومت نے طلبہ تنظیموں پر پابندی لگا دی ان کے فنڈز منجمد کر دئیے۔ اور ان کی ٹرانسپورٹ وغیرہ ضبط کر لیں —— حکومت سرحد نے پیشہ ور سیاستدانوں کے بقول یہ ”انتہائی اقدام“ خیبر میڈیکل کالج میں طلبہ کی دو تنظیموں کے درمیان شدید مقابلہ بازی کی بنیاد پر کیا۔ جس کے نتیجہ میں سرکاری پریس نوٹ کے مطابق ایک طالب علم ہلاک ہوا متعدد زخمی ہوئے اور پھر چیکنگ ہوئی تو طلبہ کے ہاسٹلوں سے خوب خوب اسلحہ برآمد ہوا۔

خیبر میڈیکل کالج کا یہ ہنگامہ اور اس پر حکومت سرحد کا ردِ عمل ایسا شدید تھا کہ اگلے دن جب لاہور کے اس اہم ترین کالج کا تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا تو ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اپنی

دھیمی طبیعت کے باوصف یہ باتیں کہنے پر مجبور ہو گئے —— ہمیں یاد پڑتا ہے کہ چند سال قبل ہندوستان سے ایک مقتدر قومی و مذہبی رہنما لاہور تشریف لائے تو ہمیں بھی ان سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اتفاق سے اس مجلس میں لاہور کے متعدد علماء موجود تھے بعض طلبہ تنظیموں کے نمائندے بھی تھے، سیاسی ورکر بھی تھے اور بھی زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔

ان سطور کے راقم نے اس مقتدر ہندوستانی رہنما سے ایک سوال کیا کہ جس طرح ہمارے یہاں طلبہ تنظیمیں ہیں اس طرح آپ کے یہاں بھی ہیں ؟ اور آیا وہاں کی سیاسی جماعتیں بھی طلبہ برادری میں اپنا اپنا حلقہ رکھتی ہیں ؟ ہمیں یاد ہے کہ انہوں نے اپنی پاٹ دار آواز میں جواب دیا اور فرمایا :۔ کہ

"ہم احمق ہیں کہ طلبہ کی زندگیوں سے کھیلیں ؟"

اس کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ ہمارے حافظہ میں محفوظ ہے جو مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہٗ نے ہمیں خود سنایا —— مولانا کے بقول پنجاب کے ایک گورنر نے بڑی مشکل سے مولانا کو ملاقات پر آمادہ کیا اور جب ملاقات ہوئی ، تو گورنر نے مولانا سے کہا کہ آپ اپنی تبلیغی مہم میں اساتذہ ، والدین ، اور طلبہ کو اس بات کی تلقین کریں کہ دورانِ طالب علمی طلبہ کا سیاسیات میں ملوث ہونا کتنا نقصان دہ ہے ؟

مولانا بلا کے حاضر جواب اور بیدار مغز بزرگ تھے —— گورنر صاحب قافلہ لیگ سے تعلق رکھنے والے تھے اور مولانا کو خوب معلوم تھا کہ مسلم لیگ نے علیگڑھ یونیورسٹی کے عزیز طلبہ کو کس طرح اپنی مقصد برآری کے لئے استعمال کیا تھا ؟ ، مولانا ان باتوں سے واقف تھے کہ یو۔پی ، پنجاب اور بہار و بنگال میں انہی عزیز طلبہ نے حسین احمد مدنی اور ابو الکلام آزاد (قدس سرھما) کی پگڑیاں اچھالی تھیں۔ جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام کے جلسوں میں ہنگامہ آرائی کا فرض بھی یہ طلبہ انجام دیتے۔ اس لئے مولانا نے گورنر سے فرمایا کہ :—

"حضور والا ! کل جب میرے بڑوں کی سیاست سے آپ کو اختلاف تھا ، تو آپ نے سیاسی آداب کا لحاظ کئے بغیر ان نونہالانِ وطن سے کام لیا آج جب وہی ننھی کلیاں آپ کے خلاف سراپا احتجاج ہیں تو آپ مجھ سے استمداد کرتے ہیں ؟"

مولانا کے اس واضح اور دو ٹوک جواب کے بعد گورنر صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ اور مولانا اٹھ کر تشریف لے آئے۔

آج تعلیمی اداروں کی جو صورت حال ہو چکی ہے اسے دیکھ کر یہ گذارشات نوکِ قلم پر آگئیں اور ہم نے بے اختیار سا ہو کر اس عنوان کو اپنا موضوع سخن بنا لیا۔

ہمیں اندازہ ہے کہ ان سطور سے "بیگانوں" کو چھوڑ کر بہت سے "اپنے" ناراض ہوں گے لیکن خدا لگتی کہنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے —— اور ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی آئندہ نسل کو کس جہنم میں دھکیل رہے ہیں ؟

اول تو صورت حال ایسی ہے کہ ہمارا تعلیمی معیار نادرست ہے اور "دورِ جاہلیت" سے جو ورثہ ہمیں ملا اسی کو ہم نے سینہ سے لگا رکھا ہے — پھر جو کچھ ہے اس کا حصول اتنا مشکل ہے کہ عام آدمی اس کا تصوّر نہیں کر سکتا۔ ایک مخصوص طبقہ ہے جس کے فرزندانِ گرامی ان اعلیٰ تعلیمی اداروں میں آتے ہیں ان کی پشت پر بے پناہ سرمایہ ہوتا ہے ان کے عزیز رشتہ داروں میں کوئی نہ کوئی "سیاست دان" بھی ہوتا ہے اور کوئی نہ کوئی "بیوروکریٹ" بھی !

اس لئے کسی کی کوٹھی پر چڑھ دوڑے ، کسی کی کار اڑا لی ، بینک کا صفایا کر دیا۔ وغیرہ ذالک

اول تو انہیں پکڑے گا کون ؟ پکڑے گئے تو کسی قسم کی کاروائی ہونے سے قبل دس فون آ جاتے ہیں۔ اور ماموں ، تایا ، چچا پہنچ جاتے ہیں۔

پچھلے چند سالوں سے کچھ بات آگے بڑھی اور متوسط خاندانوں کے بچے جو کسی نہ کسی طریق سے تعلیم گاہوں میں پہنچ گئے وہ "نظریاتی ٹائپ" جماعتوں کے ورکر بن گئے اور جب الیکشن کا ہنگامہ بپا ہوتا ہے تو انہی میں سے کوئی مرتا ہے کوئی زخمی ہوتا ہے کوئی اپنے اعمال کے سبب کالج سے رخصت کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ ساری عمر اپنے زخم چاٹنے میں گزار دیتا ہے۔

نظریاتی ٹائپ تنظیموں میں مختلف النوع افکار کے لوگ موجود ہیں وہ اپنے اپنے انداز سے سرگرم عمل رہتے ہیں اور پچھلے چند سالوں میں ان کی سرگرمیاں کئی گھروں کے چراغ گل کر چکی ہیں کئی ایک کو اپاہج و مفلوج بنا چکی ہیں اور کئی ایک کی زندگیاں غارت کر چکی ہیں —— ان حالات میں لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کے ارشادات بہر طور گہری توجہ کے محتاج ہیں اور ضرورت ہے کہ حکمران ٹولہ ، سیاسی سورما اور والدین سوچیں اور آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور ان مسائل کا حل نکالیں۔

جہاں تک ہماری ناچیز ذات کا تعلق ہے ہم درسگاہوں میں علمی سیاست کے تو حق میں ہیں لیکن عملی سیاست کے حق میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں اور ہم قطعاً اس کو پسند نہیں کرتے کہ طلبا کی ملک گیر تنظیمیں ہوں ، سال بہ سال الیکشن کا ہنگامہ ہو اور معصوم بچے ہاتھ میں قلم لینے کے بجائے سٹین گن پکڑ لیں اس لئے ہمارے نقطہ نظر سے اس کھیل کا ختم ہونا ہی مناسب ہے کہ اس کے بغیر نہ درسگاہوں کا تقدس بحال ہوگا نہ علمی روایات پنپ سکیں گی اور نہ اچھے شہری اور تعلیم یافتہ ہمیں میسر آ سکیں گے۔

خدا کرے کہ خلوص کے ساتھ دل سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ملّت کے ہر طبقہ کو اپیل کر سکیں اور ہم غنڈہ گردی و افراتفری سے بچ کر اعلیٰ تعلیمی روایات کے حامل بن سکیں۔

علوی ۲۲ رجب ۱۴۰۳

علوی صاحب مکرم !

وعلیکم السلام

اداریہ اپنے موضوع پر مؤثر جامع اور سبق آموز ہے۔ بدقسمتی سے تعلیم گاہیں آج کل میدانِ جنگ کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ خدا ہی قوم کی بگڑی بنائے۔ آمین !

انور

بقیہ : شب و روز

(MR. PRICE) حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ تقریباً ۲ گھنٹے تک مختلف بین الاقوامی مسائل اور اندرونی سیاسی صورتِ حالات پر تبادلہ خیالات بے تکلفی کی فضا میں جاری رہا۔

۲۷۔ اپریل بروز بدھ : حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم العالیہ رات بعد نماز عشاء میو ہسپتال لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں میاں ظہیر الحق صاحب کے صاحبزادے میاں غلام محمد انور صاحب کی اہلیہ کی عیادت کی جو گذشتہ کچھ عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں انہیں دل کے بڑھنے کا عارضہ لاحق ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مکمل صحت نصیب فرمائے۔ آمین

اس کے بعد میو ہسپتال ہی میں محترم جاوید صاحب کی بھی عیادت کی۔ گذشتہ دنوں بھاٹی گیٹ میں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ جاوید صاحب کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائیں وہ اس دور میں ایک نیک سیرت اور صالح نوجوان ہیں۔

خطبۂ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

یاقومنا! اجیبوا داعی اللہ

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللہِ ۔۔۔۔ اُولٰئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ -

صدق اللہ العلی العظیم (الاحقاف)

بزرگانِ گرامی، برادران عزیز، معزز خواتین!

سورۂ احقاف کی ان آیات کا جو نقل کی گئی ہیں ترجمہ یہ ہے:

"اے قوم ہماری! مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اس پر یقین لاؤ کہ بخشے تم کو کچھ تمہارے گناہ اور بچاوے تم کو ایک عذاب دردناک سے، اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں، اور کوئی نہیں اُس کا اُس کے سوائے مددگار، وہ لوگ بھٹکتے ہیں صریح ۔"

(حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

بزرگان گرامی! یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے کہ انسان کے ساتھ ساتھ جنات بھی مکلف مخلوق ہیں۔ جیسا کہ سورۂ ذاریات میں ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور آدم علیہ السلام کی پیدائش اور انہیں علومِ اسمائے سے سرفراز فرمانے کے بعد علمی مرتبت و جلالت میں ان کا فرشتوں سے مقابلہ، آدم علیہ السلام کی کامیابی اور پھر ان کے لئے سجدہ کا حکم اور سجدہ سے سرتابی کی بنیاد پر ابلیس جو جنس جنات میں سے ہے، کا مردود ہونا بھی اسی بات کی دلیل ہے۔ حضور علیہ السلام چونکہ نبی کائنات اور رسول اعظم تھے اس لئے اُن کی دعوت کے وہ بھی مکلّف تھے سو متعدد مرتبہ جماعت جنات کا آپؐ سے ملنا ثابت ہے جیسا کہ علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالےٰ نے الشفا کی شرح میں روایات نقل کی ہیں۔

جنّات کی حضور علیہ السلام سے ملاقات

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم علیہ السلام کی بعثت کے بعد جنّات کے لئے وہ سہولت ختم ہو گئی جو اس سے پہلے انہیں حاصل تھی۔ وہ سہولت یہ تھی کہ انہیں کچھ نہ کچھ آسمانی خبریں مل جاتی تھیں لیکن اب یہ ہوُا کہ شہاب ثاقب کی مار کثرت سے پڑنے لگی۔ اور یہ سلسلہ بالکلیہ بند ہو گیا تو انہیں اس کا احساس ہوُا اور اس صورت حال کی تحقیق کے لئے وہ ادھر ادھر آنے جانے لگے۔ اسی اثنا میں "بطن نخلہ" میں ان کی ملاقات حضور سرور عالم و عالمیان، قائدنا الاعظم الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم سے ہوئی آپ صبح کی نماز صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کے ساتھ پڑھا رہے تھے سوچیں، وادی کی کھلی فضا ہو، اللہ کا کلام ہو، صبح کا سہانا وقت ہو، کائنات کا نبی و رسول امام ہو اور دھرتی کے سب سے اچھے لوگ مقتدی ہوں تو کیا کیفیت ہو گی اِنّ قرآن الفجر کان مشہودا (بنی اسرائیل) اللہ کا فرمان ہے اور پھر قرآن دلوں کو کھینچتا اور اثر انداز ہوتا ہے انہوں نے یہ سنا تو مبتلائے حیرت ہو گئے —— سورہ جنّ اسی واقعہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے جس کی ابتدا میں ہے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ہم نے عجیب و غریب کلام سنا یَہْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ وہ ایسا قرآن اور کلام ہے جو نیک راہ سمجھاتا ہے۔ فَاٰمَنَّا بِہٖ پس ہم تو اس پر ایمان لائے گویا اتنے متاثر ہوئے کہ نقد ایمان لا کر اللہ تعالےٰ کے آخری رسول کے خادموں کی صف میں شامل ہو گئے اور پھر اپنے عقائد و نظریات کا اس طرح اعلان کیا کہ

"ہرگز شریک نہ بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو، اور یہ کہ اونچی ہے شان ہمارے رب کی، نہیں رکھی اس نے جورو نہ بیٹا۔ الخ

سورۂ احقاف کی جو آیات ابتدا میں نقل ہوئیں ان سے متصل قبل کی آیات میں جنّات کا سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی طرف رجوع اور آپؐ کی خدمت میں حاضری کا ذکر ہے —— اُن آیات کا ترجمہ سماعت فرمائیں تا کہ بات سمجھنی آسان ہو۔

"اور جس وقت متوجہ کر دئے ہم نے تیری طرف کتنے اک لوگ جنّوں میں سے، سننے لگے قرآن، پھر جب وہاں پہنچ گئے (بطن نخلہ میں) بولے چپ رہو، پھر جب ختم ہوُا، الٹے پھرے اپنی قوم کو ڈر سنانے ہوئے۔ بولے اے قوم ہماری! ہم نے سنی ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد۔ سچا کرنے والی ہے سب اگلی کتابوں کو، سجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی۔"

قرآن اور داعی قرآن کا اپنی قوم کے سامنے اس طرح ذکر کرنے کے بعد اب وہ اپنی قوم کو دعوت دیتے ہیں اور اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اس "داعی الی اللہ" صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا کہنا مان لو، اس پر یقین لاؤ۔ تو جس نے اسے داعی بنا کر بھیجا ہے وہ تمہیں گناہوں سے پاک کر دے گا تمہارے حالتِ کفر میں ہونے والے گناہوں کو بخش دیگا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔

ذرا سوچیں کہ جنات کس طرح حقیقت سے آگاہ ہو کر اب خود داعی کا کردار ادا کرنے لگے ہیں —— اور یہی اصل میں سبق ہے ان آیات میں ہم سب کے لئے کہ جو حقیقت شناس ہو جائیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کو دنیا میں پھیلائیں نہ کہ خاموشی کی زندگی پر قناعت کر لیں۔

اہم ترین ذمہ داری

اس واقعہ سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ داعی بننا وہ اہم ترین ذمہ داری ہے جس سے کوئی مومن و مسلم مستثنیٰ نہیں ہے اول تو مسلمان یہ سوچیں کہ انہیں "خیر امت" کیوں بنایا گیا ہے؟ لوگوں کی دینی بھلائی بشکل امر بالمعروف و نھی عن المنکر خود اسی آیت میں موجود ہے اور حضرت نبی مکرم علیہ السلام فرماتے ہیں بلّغوا عنّی ولو اٰیۃ ایک بات تمہارے علم میں ہو اسے بھی آگے پہنچاؤ نیز ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ اس انسان کو خوش و خرم اور شاداں و فرحاں رکھے جو میری باتوں کو سنتا ہے پھر انہیں یاد کرتا اور محفوظ رکھتا ہے۔ اور

پھر جوں کا توں نقل کرتا ہے۔ اور قرآن کی مختصر سورۃ العصر میں نجات و سعادت کا جو یہ نکاتی فارمولا ہے اس میں "ایمان"، اور "عمل صالح" کے بعد "تواصی بالحق" بھی ہے —— اور اگر کوئی کہے کہ یہ راہ کٹھن ہے۔ اس راستہ میں کانٹے اور مشکلات ہیں تو اس میں شک نہیں کہ راستہ واقعی مشکل ہے۔ اسی مشکل کو حل کرنے کے لئے "تواصی بالصبر" فرمایا گیا اور اجر و ثواب کے وعدے ہوئے کہ اس سے بڑھ کر اور کسی بات کا تصور مشکل ہے۔" فانّ مع العسر یسرا انّ مع العسر یسرا" بھی اسی راہ کے مسافروں کے لئے ہے۔ کہ انہیں سمجھایا اور بتلایا جا رہا ہے کہ وقتی مشکلات اور پریشانیاں ضرور ہیں لیکن بالآخر یسرو سہولت کا وہ سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ ماضی کا سارا غم اور سب پریشانیاں دور ہو کر رہ جاتی ہیں۔

احادیث مبارکہ کے دفتر لامتناہی پر ذرا سی دیر کے لئے غور کریں تو اس ضمن میں ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا فرمان نبوی موجود نظر آئے گا اور فرامینِ رسالت سے ایک لمحہ کے لئے قطع نظر کر کے پہلے حضور علیہ السلام کی ۲۳ سالہ نبوی زندگی پر ایک نظر ڈال لیں تو آپ سراپا دعوت و تبلیغ نظر آتے ہیں ——

آج کا بے عمل واعظ دکان وعظ کی خاطر مکہ و طائف کے واقعات دہرا کر اپنے سامعین سے داد ضرور وصول کرتا ہے لیکن دعوت و تبلیغ کا وہ راستہ جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے اس کی نزاکتوں کا خیال نہیں کرتا —— رہ گئے وہ لوگ جو عرف عام میں مولوی یا عالم نہیں وہ یہ سوچے بیٹھے ہیں کہ یہ کام محض مولوی کا ہے اس سے ہمارا کیا سروکار؟ ہم اس کام میں کیوں پڑیں؟ حالانکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے، اور سرکار دو عالم علیہ السلام کے مقدس ارشادات ہماری اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ دعوت و تبلیغ کا مقدس عمل ایسا نہیں کہ اس قسم کی باتیں کر کے ہم جان چھڑا لیں۔ تحقیق و اجتہاد کا جو نازک مسئلہ ہے اس کی غرض سے ایک باقاعدہ جماعت اس فرض کی ادائیگی کے لئے ضرور ہو لیکن زندگی کے عام دائروں میں ہر مسلمان اس کا پابند ہے۔ لیکن کیا کیا جائے آج کا مسلمان اس فرض سے اتنا غافل ہے کہ وہ میاں اور خاوند ہوتے کے باوصف۔ بیوی کو نماز تک کا نہیں کہتا۔ حالانکہ وہ قرآن میں پڑھتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حکم ہوا۔ وامر اھلک بالصلاۃ (طٰہٰ) اے پیغمبر! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے —— وہ باپ ہو کر اولاد کو نماز کی بات نہیں کہتا حالانکہ اسے معلوم ہے کہ سات برس کی اولاد کو نماز کا کہنا اور دس برس کی اولاد کو مار کر نماز کی طرف رجوع کرانا نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے وہ سوسائٹی، معاشرہ اور دوست احباب کے حقوق سے یکسر غافل ہے وہ سچی بات اس لئے زبان پہ لانے سے گریز کرتا ہے، کہ اس سے میرے احباب ناراض ہو جائیں گے، میرے دوست بگڑ جائیں گے، میری برادری مجھے دقیانوسی کہنا شروع کر دے گی۔ اور میں نکھٹو بن کر رہ جاؤں گا وہ اس دنیا میں جس کی بہار چند روزہ ہے اپنی ناک بچانے کی فکر کرتا ہے حالانکہ اس یوم حساب سے لمحہ بھر کے لئے نہیں ڈرتا۔ جہاں ناک کٹ گئی تو کوئی ٹھکانہ نہ ہو گا —— ممکن ہے کہ یہاں اس مقدس فرض کی ادائیگی میں انسان کو کچھ برداشت کرنا پڑے لیکن انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ یہاں کا معاملہ آسان ہے یا وہاں کا ——

آج کے دور سے وہ جنات اچھے تھے جنھوں نے قرآن

(باقی ۱۶ پر)

حضرت مدنیؒ اور حضرت شیخؒ

تعلقات کی ایک جھلک

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ پورا رمضان کبھی نہیں گزارا۔ صرف دو مرتبہ حضرت مدنیؒ کی امامت میں تراویح ادا کی۔ جس میں پہلی تراویح کا ذکر ۱۳۶۳ھ کے رمضان میں آتا ہے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۶۴ھ میں حضرت مدنیؒ کے اقتدار کا موقع ملا۔ اس کی تفصیلات حضرت ہی کے الفاظ میں پڑھیئے حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"رمضان ۱۳۶۴ھ کی پہلی تراویح حضرت نے سہارنپور کے اسٹیشن پر پڑھائی کہ ۲۹ر شعبان کی شب میں صبح چار بجے بخاری شریف ختم ہوئی۔ اسی دن شام کو معہ اہل و عیال لاری سے دیوبند سے روانہ ہو کر سہارنپور پہنچے اور بارہ بجے کے قریب اسٹیشن پر بہت بڑی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی۔ اہلِ مدرسہ اہلِ شہر کی بڑی جماعت جو اپنے اپنے یہاں سے تراویح پڑھ کر اسٹیشن پر پہنچتے رہے بہ نیت نفل شریک ہوتے رہے۔ زکریاؒ کو حضرتؒ نے حکم فرمایا کہ میرے قریب کھڑے ہو۔ سامع تمہیں بننا ہے میں نے عرض کیا۔ آپ کو لقمہ دینا آسان تھوڑا ہی ہے۔ مجمع میں حافظ بہت ہیں۔ اچھے سے حافظ بلا لاؤں حضرتؒ نے قبول نہیں فرمایا اور اس شب کے استماع کا فخر اس سیاہ کار کو حاصل ہوا۔" [1]

ماہِ مبارک میں حضرت مدنیؒ وغیرہ اکابر کے نام خطوط

حضرت شیخؒ کا یہ معمول تھا کہ ماہِ مبارک میں عمومی خط و کتابت بند رہتی لیکن اپنے اکابر کے نام ایک دو خط دعا کے لیے لکھنے کا ہمیشہ معمول رہا۔ حضرت شیخؒ نے آپ بیتی میں اس کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"اس ناکارہ کا معمول ماہ مبارک میں تقریباً چالیس سال سے خط و کتابت کا بالکل نہیں، مگر یہ کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے جو مدرسہ سے تعلق رکھتی ہیں اور کوئی خاص مجبوری ہو تو لکھنے پڑتے ہیں، لیکن اس ضابطہ میں ایک استثناء ہمیشہ سے رہا۔ وہ یہ کہ اکابر کی خدمت میں ایک دو خط اس تصریح کے ساتھ کہ "اس کے جواب کی ہرگز ضرورت نہیں صرف دعا کی یاد دہانی مقصود ہے" لکھنے کا ہمیشہ سے معمول رہا۔ اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہٗ کے متعدد خطوط باوجود اس لکھنے کے کہ جواب کی ضرورت نہیں اور باوجود اس اہتمام کے اعلیٰ حضرت رائپوری اوّل اور حضرتِ اقدس رائپوری ثانی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے میرے انبار میں متعدد خطوط موجود ہیں اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرّہٗ کا تو یہ بھی اہتمام تھا کہ حضرتِ اقدس باوجود اپنے مشاغل اور ماہِ مبارک کے اہتمام کے ایک دو کارڈ ماہِ مبارک میں اگر میں نہ لکھوں تب بھی حضرتِ اقدس شیخ الاسلام قدس سرّہٗ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے یہ سارے کارڈ بھی محفوظ ہیں۔ اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے

تھے کہ یہ ناکارہ ان کا مصداق نہیں بن سکتا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کرکے رونے کے سوا اب کچھ نہیں رہا۔ ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا یہ تھا:۔

"گُل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابرِکرم، بحرِ سخا کچھ تو ادھر بھی"[له]

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں۔ بعض خطوط میں عربی کے اشعار بھی تحریر فرماتے۔ اسی طرح اس سیاہ کار کا معمول بھی ہر ماہِ مبارک میں دو کارڈ حضرت مدنی کو لکھنے کا تھا۔ اس میں بھی ایک دو شعر ہوا کرتے تھے۔ یہ شعر مجھے بھی اپنے مختلف کارڈوں پر رمضان میں لکھنا بہت یاد ہے چونکہ حضرت قدس سرہٗ کا اہتمام و معمول تھا اس لیے حضرت کی روانگی کے بعد جہاں کہیں بھی حضرت قدس سرہٗ کا رمضان گزرتا میں انتیس (۲۹) شعبان یا یکم رمضان کو کارڈ لکھ دیتا تاکہ میرا کارڈ جوابی نہ بنے بلکہ ابتدائی درخواست رہے۔

اس واقعہ کی تسوید کے وقت بھی مفتی محمود صاحب گنگوہی میرے پاس ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کا ایک کارڈ حضرت مدنیؒ کے نام ان کے کسی خلیفہ کے پاس دیکھا ہے جس میں صرف یہ مصرعہ تھا۔

"چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی"[له]

میرے حضرت سیدی و سندی، ماوائی و ملجائی، شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ قدس اللہ سرہٗ اعلی اللہ مراتبہ کو جو شفقت و محبت اس سیاہ کار پر رہی، اس کو دیکھنے والی سینکڑوں نہیں، ابھی تک ہزاروں آنکھیں موجود ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ کا ہمیشہ مستقل اور مستمر معمول یہ رہا کہ دیوبند سے رڑکی لائن پر جاتے ہوتے سہارنپور کے قصبات میں کسی مقام پر جاتے ہوتے اگر ایک گھنٹہ کا وقفہ بھی ملتا تھا، تو واپسی کا تانگہ لے کر ضرور کرم فرماتے تھے، ہرچند کہ میں بار بار تکلیف کے خیال سے گستاخانہ لہجے میں نکیر بھی کرتا۔ جو اصل واقعہ اس جگہ لکھوانا ہے وہ تو آگے آ رہا ہے۔ بیچ میں ایک چھوٹا سا فقرہ لکھواتا ہوں۔

ایک مرتبہ دسمبر کا زمانہ، سردی زور پر اور بارش اس سے بھی زیادہ۔ ساڑھے گیارہ بجے رات کے میں اپنے مکان کے دروازے پر کتاب دیکھ رہا تھا۔ دروازے ہی میں سویا کرتا تھا۔ زنجیر زور سے کھٹکی پوچھا کون؟ ارشاد ہوا، حسین احمد۔ ننگے پاؤں اٹھ کر کواڑ کھولے اور تعجب سے پوچھا۔ حضرت اس وقت بارش میں؟ ارشاد ہوا کہ لکھنؤ جانا ہے۔ کلکتہ میل دو گھنٹے لیٹ ہے۔ یہ تو مجھے یقین تھا کہ تم جاگ رہے ہوگے۔ اس لیے خیال ہوا کہ تمہارے درشن کر آؤں۔ میں نے نہایت گستاخی سے کہا، ان مبارک ہونٹوں سے یہ لفظ بڑا ثقیل ہے۔ میں نے چائے کی درخواست کی۔ فرمایا، ریل پر جا کر پیوں گا، چائے پی کر بارش میں جانا پڑے گا۔ تانگہ بھی باہر بھیگتا رہا اور حضرت ایک گھنٹہ تشریف فرما کر اور کچھ خصوصی ارشادات فرما کر تشریف لے گئے۔ یہ بات تو بیچ میں آ گئی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس نوع کے پیش آئے۔ ان کے لیے ایک الف لیلہ چاہیئے۔ اس وقت جو قصہ مقصود تھا وہ بھی ایک عجیب۔ دسمبر کی رات، حضرت قدس سرہٗ آبھہ، ایک گاؤں نانوتہ کے قریب تشریف لے گئے تھے۔ ویسے تو اس زمانہ کا اکثر یہ معمول تھا کہ حضرت ضلع سہارنپور کے کسی قصبے یا گاؤں میں جاتے تو اسٹیشن سے کار میں سیدھے میرے گھر تشریف لاتے۔ مجھے کار میں بٹھا کر اپنے

له ایک مجلس میں حضرت مدنی کے نام ماہِ مبارک میں خطوط تحریر کرنے کا ذکر کرتے ہوتے ارشاد فرمایا "رمضان میں میرا اور حضرت مدنی کا یہ معمول رہا کہ ہر ایک دوسرے کو پہلے خط لکھا کرتا تھا، اکثر میں ہی لکھتا تھا، عموماً کوئی شعر ہوتا تھا، ایک مرتبہ میں نے خط لکھا۔ اس میں یہ شعر تھا ؎

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

صحبتے با اولیاء ص۱۰۵

له آپ بیتی ص۱۳۱ ج ۵
اور دیکھئے صحبتے با اولیاء ص۱۰۵

ہمراہ لے جاتے تھے۔ تین چار گھنٹے کا سفر ہوتا تھا۔ واپسی پر مجھے مکان پر اتار کر اور اسی کار میں اسٹیشن تشریف لیجاتے، اور وہاں سے ریل میں۔ اکثر دیوبند سے سہارنپور کا آمدورفت کا سفر ریل میں ہوتا اور سہارنپور کے اسٹیشن سے اسٹیشن پر واپسی تک کار میں آبھہ، نانوتہ، بہٹ، رائپور، گنگوہ کے سفر میں اکثر معیت رہی۔ ریڑھی تاجپورہ کے سالانہ جلسہ کا تو خاص مستمرہ دستور تھا کہ حضرت قدس سرہٗ شام کو چار بجے کی گاڑی سے دیوبند تشریف لاتے۔ چائے نوش فرماتے۔ یہ ناکارہ دسترخوان پر تو شریک ہوتا، لیکن کھانے میں شریک نہ ہوتا۔ اس لیے کہ رات کو کھانے کا معمول نہیں تھا۔ عشار کے بعد مدرسہ کے جلسہ میں پورے بارہ بجے تک وعظ فرماتے۔ پورے بارہ بجے وعظ ختم کرکے تقریباً آدھ گھنٹہ مصافحوں میں لگتا اور کار میں مجھے بٹھا کر مجھے میرے دروازہ پر چھوڑ کر اسی کار میں اسٹیشن تشریف لے جاتے اور ڈیڑھ بجے کی گاڑی سے دیوبند اور علی الصباح مدرسہ کا سبق۔

اصل واقعہ دسمبر والا جو لکھنا شروع کیا تھا وہ مؤخر ہوتا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ آبھہ کار میں تشریف لے گئے۔ معلوم نہیں کہ یہ ناکارہ ساتھ کیوں نہیں تھا؟ غالباً مدرسہ کی کوئی ضرورت تھی۔ دوسرے دن مغرب کے بعد حضرت قدس سرہٗ آبھہ سے واپس تشریف لائے۔ اس قدر زور دار طوفانی بارش کہ کمرہ سے باہر پاؤں رکھنا مشکل۔ اتنی ہی زور دار سردی اور حضرت قدس سرہٗ کو شدت سے بخار، آتے ہی فرمایا کہ مغرب نہیں پڑھی ہے۔ راستے میں دیر ہوتی چلی گئی۔ کہیں اترنے کی جگہ نہیں ملی۔ مشلح وغیرہ سب بھیگ رہا ہے۔ میں نے جلدی سے لنگی پیش کی۔ کپڑے اتارے۔ لنگی اور چادر میں حضرت نے مغرب پڑھی۔ دو تین خادم بھی ساتھ تھے۔ اتنے حضرت نے نہایت ہی اہتمام سے مغرب کی جماعت کرائی۔ میں نے دو انگیٹھیاں بھروا کر منگوائیں اور عزیزم مولوی نصیر الدین کو اللہ بہت ہی بلند درجات عطا فرماوے۔ دارین کی ترقیات سے نوازے اور ان چیزوں کے ثمرات وہ خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ بغیر کہے چائے تیار کرکے لے آیا۔ چائے کی پیالی پیش کی گئی اور میں نے بری عادت کا مظاہرہ کیا۔ کار تو سہارنپور تک ہی تھی۔ وہ تو حضرت کو اتار کر چلی گئی۔ میں نے عرض کیا حضرت نظامِ سفر؟ ارشاد فرمایا کہ خیال یہ ہے کہ اسی وقت ساڑھے دس کی گاڑی سے چلا جاؤں۔ میں نے عرض کیا، بہتر ہے، مگر ایک منٹ سکوت کے بعد میں نے عرض کیا۔ حضرت بارش بڑی زور کی ہو رہی ہے۔ سردی بھی زوروں پر ہے۔ بخار بھی شدت سے ہے۔ معلوم نہیں دیوبند اس گاڑی کی اطلاع بھی ہے یا نہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا اطلاع تو نہیں ہے، لیکن اگر سواری نہ ملی، تو اسٹیشن کی مسجد میں لوگ رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا، جیسے ارشاد ہو، مگر اس وقت میں اور صبح چھ بجے میں کوئی زیادہ فرق تو ہے نہیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے نہایت تبسم سے جی کو اب یاد کرکے رونا آتا ہے (از کاتب الحروف، یہ لفظ لکھواتے وقت شیخ کی آنکھوں میں سے پانی نکل پڑا) یہ ارشاد فرمایا۔ فرق تو کچھ نہیں ہے۔ یہ دیکھوں تھا کہ آپ ان حالات میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ وہ تو حضرت نے ملاحظہ فرما لیا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ بہتر ہے، جیسی رائے ہو۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں صبح ہی کو جاؤں گا۔ صرف تمہیں دیکھنا تھا۔ بہت سے واقعات ہیں اس نوع کے۔

ایک مرتبہ حضرت لکھنؤ سے آ رہے تھے۔ حضرت کا ہمیشہ معمول یہ رہا کہ اگر وقت میں ایک گھنٹہ کی بھی یا زائد کی گنجائش ہوتی تب تو خود مکان پر تشریف لاتے، ورنہ تار لکھنؤ یا مراد آباد سے ضرور دیتے اور یہ ناکارہ اگر وقت پر تار پہنچ جاتا، تو اسٹیشن پر ضرور جاتا۔ فسادات کے زمانے میں اسٹیشن پر سکھوں کی کار میں پندرہ پندرہ روپے پر اسٹیشن گیا ہوں، البتہ جب تار ہی بعد میں پہنچے تھا تو معذوری ہوتی۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ لکھنؤ سے تشریف لا رہے تھے۔ گیارہ بجے رات کا تار ملا۔ میں اسی وقت ریل پر حاضر ہوا۔ بارہ بجے گاڑی آئی۔ میں نے مصافحہ کے ساتھ پوچھا حضرت نظام؟ یوں فرمایا، اسی وقت ڈیڑھ بجے کی گاڑی سے دیوبند جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ وہاں کوئی اطلاع

ہے؟ فرمایا، وہاں کوئی اطلاع نہیں دی ہے کہ تار دیر میں پہنچتا ہے۔ مَیں نے پُوچھا، اس وَقت دیوبند کے اسٹیشن پر سواری ملے گی؟ ارشاد فرمایا نہیں۔ مَیں نے کہا، تو پھر مدرسہ تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے اصول کے خلاف کیوں کہتے ہو؟ مَیں نے عرض کیا حضرت میرا اصول اکابر و مہمانوں کی راحت کے واسطے ہے کوئی مصیبت کے واسطے نہیں۔ حضرت نے خُوب تبسّم فرمایا اور مدرسہ تشریف لے آئے۔ اللہ میرے سارے ہی بزرگوں کو بہت ہی عالی مراتب نصیب فرمائے۔ جتنی جتنی مَیں نے بے ادبیاں، گستاخیاں اپنے اکابر کی شان میں کیں اتنے ہی ان کی شفقتیں، محبتیں، کرم فرمائیاں بڑھیں۔

میرے حضرتِ اقدس مدنی قدّس سرّہٗ کی آمد پر جب کوئی دعوت کرتا، تو حضرت شدّت سے فرما دیتے کہ کھانا زکریا کے یہاں کھانا ہے۔ بارہا اس کی نوبت آئی۔ ایک مرتبہ جمعیۃ علماء ضلع کانفرنس حضرت کی طرف سے بلائی گئی۔ خواجہ اطہر صاحب ضلع کے صدر تھے۔ دو بجے سے عصر تک جمعیۃ کانفرنس ہوتی رہی۔ عصر کے بعد حضرت مدرسہ تشریف لانے لگے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا؟ فرمایا کہ کھانا زکریا کے یہاں کھانا ہے۔ اُنہوں نے بہت اصرار کیا کہ جمعیۃ آپ کی طرف سے طلب کی گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا جس کام کے واسطے طلب کی گئی تھی وہ کام ہو گیا۔ مَیں نے کھانے کی دعوت نہیں کی تھی۔ آپ کھلایئے۔ خواجہ صاحب نے بہت ہی اصرار فرمایا، مگر حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ مجھے خود بھی اس کا واہمہ نہ تھا کہ حضرت جمعیۃ کو چھوڑ کر تشریف لے آویں گے۔ اسی طرح سے مولانا منظور النبی مرحوم نے ایک دفعہ ایک کانفرنس حضرۃ کی طرف سے بلائی۔ مغرب تک کانفرنس رہی اور مغرب کے بعد حضرت اس سیاہ کار کے گھر تشریف لے آئے۔ مولوی صاحب مرحوم کو بہت ہی ناگوار بھی ہوا۔ مَیں نے چپکے سے خوشامد کی کہ اکابر کے منشار پر عمل حقیقی تعلق اور محبّت کی علامت ہے۔ مَیں نے تو کوئی درخواست نہیں کی۔ اگر مَیں درخواست کرتا تو آپ کا غصّہ مجھ پر بجا تھا کہ آپ کے مہمان کو کیوں چھینا، لیکن یہ تو حضرت کا خود منشار ہے۔ اس پر آپ کو بھی ہتھیار ڈال دینا چاہیئے۔ بیسیوں واقعات میرے حضرت مدنی قدّس سرّہٗ کے اس قِسم کے پیش آئے۔

ایک صاحب ایک مرتبہ بڑی زوردار سفارش حضرت مدنی کی لائے۔ خط میرے نام تھا۔ مَیں نے خط کو پڑھ کر بے ادبی کے ساتھ ایسے رکھ دیا کہ جیسے کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ وہ صاحب کہنے لگے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ یہ خط حضرت کا میرے نام ہے۔ اس میں نہیں لکھا کہ آپ مجھ سے جواب طلب کریں۔ مَیں حضرت کے خط کا اپنے آپ جواب لکھ دوں گا۔ آپ کو جواب لینے کے لیے نہیں لکھا۔ کہنے لگے کہ آپ اس پر لکھ دیجیے کہ مَیں قبول نہیں کرتا۔ مَیں نے کہا، آپ کو تو جواب دینے کو اس میں لکھا نہیں۔ کہنے لگے، پھر میری سفارش واپس کر دیجیے۔ مَیں نے کہا، یہ حضرت کا والانامہ میرے نام ہے، آپ قاصد ہیں۔ آپ نے خط پہنچا دیا۔ آپ دوبارہ حضرت سے لکھوا کر لایئے کہ مَیں نے جو خط بھیجا تھا، وہ ان ہی کے ہاتھ واپس کر دیا جائے۔ بہت دیر تک اُنھوں نے مجھے دق کیا۔ مَیں نے کہا کہ آپ کا اس خط سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ آپ کے ہاتھ حضرت نے ایک خط بھیجا ہے۔ جیسا ڈاکیہ کے ہاتھ بھیجتے ہیں۔ کہنے لگے میرے متعلق ہے۔ مَیں نے کہا، آپ کو کیا حق تھا اس خط کے پڑھنے کا جو میرے نام تھا۔ کہنے لگے، مَیں نے ہی لکھوایا تھا۔ مَیں نے کہا کہ آپ نے حضرت سے اس کی اجازت لے لی تھی کہ آپ اس خط کو پڑھیں گے۔ بہرحال مَیں نے یہ خط واپس بھی نہیں کیا اور تعمیل بھی نہیں کی اور جب کئی روز بعد حضرت قدّس سرّہٗ تشریف لائے، تو مَیں نے زبانی معذرت کر دی۔ حضرت نے فرمایا، مَیں نے کوئی حکم نہیں دیا تھا سفارش ہی تو کی تھی۔ مَیں نے عرض کیا کہ بعضوں کی سفارش حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت مدنی رح کے ساتھ تو اس نوع کے بہت سے واقعات پیش آئے۔ مدرسہ کے طلبہ اور ملازمین کے سلسلہ میں بھی اور سیاسی مسائل میں بھی۔

(آخری قسط)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

اسلام اور انسانیت کی بقاء

ارشاد ہُوا:-

وَفِیْ اَمْوَالِکُمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ -

اور لوگو! تمہاری دولت میں تمام ضرورتمندوں اور نادار لوگوں کا مقرر حق ہے۔

یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ آئی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ ایک مقام پر ہم ضمیر غائب کے ساتھ ہے اور دوسری جگہ کُم ضمیر خطاب کے ساتھ! بہرحال مطلب یہ ہُوا کہ ایک انسان کی دولت جتنی جتنی بڑھتی جاتی ہے، حقوق عباد اللہ بھی اسی تناسب سے بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت اور اس کے ساتھ دوسری آیت یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ العفو یعنی اے محمد! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، آپ جواب دے دیجئے کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو وہ سب خرچ کر دو۔ انہیں دونوں آیتوں کی اساس پر حضرت عثمان رضؓ کے آخری دورِ خلافت میں افراط زر اور دولت کی بہتات کے باعث شام میں دولت مندوں نے تزک واحتشام سے رہنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضؓ نے اعلانِ عام کر دیا تھا کہ فقراء و مساکین جبراً ان دولتمندوں کی دولت سے اپنا حِصہ وصول کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضؓ کی اس تحریک سے شام میں ہل چل مچ گئی اور امیر معاویہ رضؓ نے جو شام کے گورنر تھے خلیفہ سوئم کو لکھا۔ انھوں نے ابوذر غفاری رضؓ کو مدینہ بلا لیا اور خود ان کی خواہش پر انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ربذہ نامی ایک گاؤں میں منتقل کر دیا۔

اسلام میں زکوٰۃ اور دوسرے مصارف خیر کا جو حکم ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ دولت کو سوسائٹی میں دائر و سائر (CIRCULATE) رہنا چاہئے تاکہ اکتناز یعنی CONICENTRATION OF WEALTH نہ ہو۔ قرآن مجید میں اس کی صراحت بھی ہے۔ فرمایا گیا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ (الحشر)

بستیوں کے لوگوں کی طرف سے جو کچھ رسول کو ملے اس میں اللہ، رسول، اعزاء و اقرباء، یتیم، مساکین اور مسافر، ان سب کا حق ہے تاکہ یہ دولت کہیں دولت مندوں میں ہی دائر و سائر ہو کر نہ رہ جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت آپ نے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی سے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان میں فرمایا تھا۔

تؤخذ من اغنیاءھم وترد علیٰ فقرائھم۔ (صحیح بخاری)

زکوٰۃ ان لوگوں میں جو دولت مند ہیں ان سے وصول کی جائے اور اس کو ان کے فقیروں کی طرف لوٹا دیا جائے۔

دولت جب اس طرح سوسائٹی میں گردش کرتی رہے گی تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بتا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ المکثرین ھم المقلون۔

(البخاری کتاب الرقاق)

جو کثیر المال ہوں گے وہی قلیل المال ہوں گے۔ یعنی سوسائٹی میں لوگ کثیر المال بھی ہوں گے اور قلیل المال بھی۔ اور یہ فرق بالکل طبعی اور فطری ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتا۔ لیکن یہ فرق طبقاتیت پیدا نہیں کرے گا، کیونکہ تعاون باہمی کے اصول پر سب مل جل کر رہیں گے اور دوسرے کے کام آئیں گے۔ صحابہ کرامؓ میں بڑے بڑے

دولتمند بزرگ بھی تھے۔ مگر ان کی دولتمندی سے سرمایہ داری اور اس کے مہلک عواقب ونتائج پیدا نہیں ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لفظوں میں کمال بلاغت سے اقتصادی طور پر اسلامی سماج کا جو نقشہ کھینچا ہے ایک عربی شاعر نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وعلی مکثریھم حق من یعتریھم
وفی المقلین السماحۃ والبذل

ترجمہ:۔ ان لوگوں میں جو کثیر المال ہیں ان پر ان لوگوں کا حق ہے جو ان کے پاس آتے ہیں، اور ان میں جو لوگ قلیل المال ہیں ان میں عالی ہمتی اور سخاوت پائی جاتی ہے۔

ہمارے ملک میں اس تنظیم کی ایک اچھی مثال بوہرہ جماعت ہے لیکن یہ جماعت صرف اپنے لئے جیتی ہے، اس کے برخلاف مسلمان ساری دنیا کے لئے جیتے ہیں، اگر ان میں بحیثیت ایک امت کے یہ تنظیم پیدا ہو جائے تو کیا وہ دنیا سے غربت کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔

۳۔ استحصالِ مالی

ECONOMIC EXPLOITATION

اب رہا سرمایہ داری کا تیسرا عنصر ترکیبی یعنی استحصال مالی! اس کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ سود ہے؟ عرب میں یہود کی سرمایہ داری اسی پر مبنی تھی۔ اسلام نے اسی کو حرام محض قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک اس میں شدت برتی گئی ہے کہ صاف فرمایا گیا! جو لوگ سود کا لین دین اور کاروبار کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں یہود کے جن اعمال وافعالِ ذمیمہ وقبیحہ کا بار بار ذکر ہے ان میں ان کی سود خوری خاص طور پر نمایاں ہے، سود خوری کی معلوم ومعروف شکل کے علاوہ لین دین کی اور بھی بہت سی شکلیں ہیں جن کو حدیث میں ربوٰا فرما کر ناجائز قرار دے دیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب بلوغ المرام میں کتاب البیوع کے ماتحت ان سب کو جمع کر دیا ہے۔ ان احادیث کو بیک نظر دیکھنے سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ اسلام میں لین دین کی ہر وہ شکل ناجائز ہے جس میں دھوکہ (CHEATING) یا استحصال EXPLOITATION یا عدم (UNCERTAINTY) پائی جائے۔ اسی بنا پر اسلام میں ذخیرہ اندوزی (HOARDING) اسمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، قمار GAMBLING، سٹہ بازی (SPECULATING) نیلام (AUCTIONEERING) وغیرہ سب حرام ہیں اور ان کے مرتکب لوگوں کے لئے سخت وعیدیں عذاب آخرت کی ہیں۔

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ دنیا کے موجودہ بین الاقوامی نزاعات واختلافات کے اسباب وعلل جن سے خود انسان اور انسانیت کا حفظ وبقاء خطرہ میں پڑ گیا ہے ان کے متعلق اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں،

اب آئیے ذرا یہ بھی دیکھیں کہ ایک اعلیٰ قسم کا پُر امن عافیت اور نہایت مہذب وشائستہ انسانی اور بین الاقوامی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے اسلام کن اخلاق فاضلہ کی تعلیم دیتا ہے؟ اسلام میں اخلاق کی اہمیت اس درجہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری بعثت ہی اس لئے ہوئی ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کر دوں اخلاق پر بے شمار ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں ہم صرف قرآن سے مختصراً چند اخلاقی احکام نقل کرتے ہیں جن کا تعلق اجتماعی اور تمدنی زندگی سے ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوا۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ط وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔

(الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو دیکھو! کوئی ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر ہو، اور اسی طرح عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے جن کا مذاق اڑایا گیا ہے وہ مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہوں، اور ہاں! آپس میں ایک دوسرے کو طعن وتشنیع نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو ایمان لانے کے بعد یہ بدتہذیبی بہت بری ہے، اور جو لوگ ان چیزوں سے توبہ نہیں کرتے بس ظالم وہی ہیں، اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت زیادہ بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ٹٹول میں نہ رہا کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کسی کو پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے جس سے تم نفرت کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ غلط افواہوں اور بے بنیاد باتوں کے اڑ جانے کو لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد کے برپا کرنے میں کتنا دخل ہوتا ہے، قرآن کس طرح اسے نظر انداز کر سکتا تھا۔

ارشاد ہوا:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَھَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ٥

(الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی غیر ذمہ دار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب چھان بین کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی نادانی میں تم کسی قوم سے مڈبھیڑ کر بیٹھو اور پھر تم اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اخلاقیات میں عدل وانصاف کی کیا اہمیت ہے ہر ایک کو معلوم ہے۔ آج دنیا کی سب سے بڑی بدنصیبی یہی ہے کہ کہنے کو ہر فرد بشر اور ہر قوم عدل وانصاف کا دعویٰ کر رہی ہے۔ لیکن یہی ایک وہ جنس گرانمایہ ہے جو آج انسانی معاملات ومعاشرت کے بازار میں سب سے زیادہ ارزاں اور بے مایہ ہے۔ آئیے ملاحظہ کیجئے کہ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ قرآن میں پہلے سادہ طریقہ پر ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔

اللہ عدل اور احسان کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

اس ایک عام حکم کے علاوہ عدل کرنے میں جو چیز مانع ہوتی ہے وہ دوسروں کی خواہشات کی رعایت ہوتی ہے یا کوئی اپنی ذاتی خواہش، کسی سے نفرت یا کسی چیز سے محبت اس راہ کی رکاوٹ بنتی ہے۔ قرآن مجید میں اس پر سخت تنبیہ کی ہے، امر اول کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر خطاب کر کے فرمایا:

فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ۔

اگر یہ یہودی اپنا جھگڑا لے کر آپ کے پاس آئیں تو اللہ نے آپ پر جو کچھ اتارا ہے اس کی روشنی میں فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا:

فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

لوگوں کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کیجئے، اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے، ورنہ یہ چیز آپ کو راہِ خدا سے ہٹا دے گی۔

رہا امر ثانی جبکہ اپنی ذاتی نفرت یا محبت عدل سے مانع ہوتی ہے اس کے متعلق فرمایا گیا۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ٥ (مائدہ)

اے ایمان والو! تم اللہ کے گواہ بن کر عدل وانصاف کو بحال کرنے والے بن کر رہو، اور خبردار، کسی قوم کی دشمنی سے مغلوب ہو کر ناانصافی نہ کر بیٹھنا، تم ہر حالت میں انصاف کرو، کیونکہ عدل ہی پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

ایک انسان کے لئے سب سے کٹھن اور نازک مرحلہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب اسے کسی ایسے معاملے کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے جس میں وہ خود ملوث ہو یا اس کے والدین یا اس کا کوئی عزیز قریب آلودہ ہو، ایسے موقع پر اگر وہ دل پر جبر کر کے حق بات کہتا بھی ہے تو رک رک کر، زبان تتلانے لگتی ہے، سانس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، غور فرمائیے، قرآن نے اس حالت کی تصویر کشی کس بلاغت سے کی ہے اور انسان کو اس پر سختی سے متنبہ کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِھِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا

اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝ (النساء)

اے ایمان والو! تم اللہ کے گواہ بن کر عدل پر قائم رہو، اگرچہ یہ عدل تمہاری ذات، یا تمہارے ماں باپ اور اعزا و اقربا کے خلاف ہو، تمہارا باپ اور ماں مالدار ہوں یا فقیر، اللہ ان کو دیکھنے والا ہے، تم بہر حال ان کے مفاد کے پیشِ نظر عدل کرنے میں نفس کی پیروی نہ کرو اور اس کا خیال رکھو کہ انصاف سے کام لینے میں اگر تم نے الفاظ چبائے یا بات ادھوری کہی تو اللہ تو تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

اب اخلاقیات سے صرفِ نظر کر کے ایک اور پہلو سے غور کیجیے، وہ یہ ہے کہ ایک سماج کو ہموار و معتدل اور متناسب و متوازن رکھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ سماج جن طبقات پر مشتمل ہے ان میں سے ایک ایک طبقہ کو سماج میں جو اہمیت حاصل ہے اور اس کی وجہ سے جو اس کا مرتبہ و مقام ہے اسے کھلے دل اور نیک نیتی سے تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق اس کے حقوق کا احترام کیا جائے، ورنہ اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو اونچ نیچ پیدا ہونے کے باعث طبقاتی کشمکش پیدا ہوگی۔ اور اس سے جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے، فتنہ و فساد کو ابھرنے کا موقع ملے گا۔ اور سماج تباہ ہوگا۔

آئیے آخر میں ایک نگاہ اس پر بھی ڈال لیں کہ اس معاملہ میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اسلام نے اس باب میں بھی جس دقت و وسعتِ نظر سے کام لیا ہے کسی نے نہیں لیا، اس نے عورتوں، مزدوروں، کسانوں، اعزاء اقرباء، ہمسائے، اپنے اور پرائے، دور کے اور نزدیک کے، ہم مذہب اور غیر ہم مذہب، یہاں تک کہ جانوروں اور چوپایوں کے حقوق اس تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ مصنفین نے ان پر ضخیم ضخیم مجلدات لکھی ہیں۔

اردو میں غالباً سب سے بہتر اور سب سے پہلی وہ کتاب ہے جو مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے "الحقوق والفرائض" کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں مرتب کی ہے حقوق سے متعلق اگر اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح انجیل کی تمام اخلاقی تعلیمات کی روح حضرت عیسیٰؑ کا یہ فرمانا ہے کہ LOVE THY NAIGHBOUR یا یہ کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات کا مغز اور اس کی اسپرٹ صحیح بخاری کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ: "ایمان کامل کی نشانی یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جسے تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔" بلکہ قرآن مجید میں تو ایک قدم اور آگے بڑھا کر مومنین کاملین کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ۔

بہر حال یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ موجودہ عالمگیر حالات میں جو تمام اقوام عالم کے لئے سخت تشویش انگیز بنے ہوئے ہیں، اسلام حفظ و بقائے انسانیت کا ضامن اور کفیل ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی تعلیمات پر صدق دل اور خلوص نیت سے عمل ہو، اقبال نے اسی وجہ سے بالکل درست کہا ہے:

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

بقیہ : خطبہ جمعہ

سا تو پھر چین سے نہیں بیٹھے اٹھ کھڑے ہوتے، قوم کے ایک ایک فرد کے پاس پہنچے، اسے نبی مکرم علیہ السلام پر ایمان لانے کی تلقین کی، قرآن کی خوبیاں بیان کیں اور بتلایا کہ اس قرآن و حامل قرآن پر ایمان لانے کے نتیجہ میں تم رحمتِ الٰہی کا مورد بن جاؤ گے جبکہ آخر میں یہ بھی واضح کر دیا کہ نہ ماننے کی شکل میں نہ اس کا کچھ بگڑے گا نہ اس کے بھیجنے والے کا بلکہ تم گمراہی میں مبتلا رہو گے اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جاؤ گے۔

سو عزیزانِ گرامی! اس سارے قصہ پر پھر ایک نظر ڈالیں اور اشرف المخلوقات ہونے کے ناطہ سے سوچیں کہ آپ میں سے کتنے ہیں جو اس ضمن میں اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں اگر دل مطمئن ہے تو سبحان اللہ ورنہ یوم حساب سے پہلے حساب کر کے معاملہ درست کرنے کی فکر کریں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رپورٹ:- ظہیر میر

شب و روز

۱۳- مارچ بروز اتوار: سہ پہر دیال سنگھ لائبریری نسبت روڈ میں شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیرِ اہتمام "کاروان احرار" کی تقریبِ رونمائی منعقد ہوئی۔ اس پر وقار تقریب میں جید علماء کرام، قومی رہنماؤں، عظیم دانشوروں، طلباء، وکلاء اور پروفیسرز حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اگلی نشستوں پر مشہور مصنف اور صاحب بصیرت اہلِ قلم مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا محمد اسحٰق بھٹی تشریف فرما تھے۔ صدارت کی کرسی پر حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ رونق افروز تھے۔ جبکہ اس تقریب کے مہمان خصوصی مشہور سیاسی راہنما جناب سید احمد سعید کرمانی تھے۔ مقررین نے شاندار الفاظ میں کاروانِ احرار کے مصنف جناب مرزا غلام نبی جانباز کو خراجِ تحسین پیش کیا اُن کی اس انتھک محنت اور قابلِ قدر کاوش کو بے حد سراہا گیا مقررین میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مشہور سیاسی راہنما جناب فاروق قریشی، احرار لیڈر ثناء اللہ بھٹہ، خدام الدین کے ایڈیٹر جناب مولانا سعید الرحمٰن علوی، پنجابی زبان و ادب کے مشہور نقاد جناب سید سبطِ حسن ضیغم، پنجاب یونیورسٹی شعبہ جرنلزم کے پروفیسر ڈاکٹر مسکین حجازی، جناب میاں محمد عارف ایڈووکیٹ کے علاوہ طالب علم راہنما جناب ندیم اقبال اعوان شامل تھے۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی جناب سید احمد سعید کرمانی صاحب نے مرزا صاحب کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں مرزا صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ دہلی گیٹ سے باہر اپنی انقلابی نظموں سے نوجوانوں میں جذبہ حریت پیدا کیا کرتے تھے۔ جناب کرمانی صاحب نے کہا کہ جانباز صاحب کا تعلق جس قافلۂ حریت سے ہے یہ واقعتاً جانبازوں کا قافلہ ہے۔ اس قافلے کا ایک ایک سپاہی آزادی کا حُدی خواں تھا۔ جناب کرمانی صاحب نے کہا کہ جو کام بڑے بڑے ادارے انجام دیا کرتے ہیں۔ اکیلے مرزا صاحب نے انتھک محنت اور جد و جہد سے انجام دے دیا ہے۔ کرمانی صاحب نے کہا کہ جانباز صاحب نے ایک راست گو مؤرخ کی حیثیت سے ہر چیز کھلی کتاب کی طرح سامنے رکھ دی ہے۔ کرمانی صاحب نے امید ظاہر کی کہ آنے والی نسلیں "کاروانِ احرار" سے راہنمائی حاصل کریں گی۔ حضرتِ اقدس کی، تقریر سے قبل سے سٹیج سیکرٹری جناب مولانا عبد الرؤف فاروقی نے جناب مرزا صاحب کو دعوتِ سخن دی۔ مرزا صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور انہوں نے سامعین اور مقررین حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنا ایک طبع شدہ مضمون پڑھا جس کی مختصر سی جھلک پیشِ خدمت ہے۔ مرزا صاحب نے کہا۔

؎ اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند!

شخصیت پرستی کے اس دور میں تاریخ کو اس کے اصولوں کے ساتھ زندہ رکھنا اپنے آپ کو آگ کے شعلوں کے سپرد کرنا ہے، وقت اس کا متحمل نہیں تاہم حقیقت کا اظہار اسیقدر ضروری ہے جس قدر زندہ رہنے کے لئے ہوا اور پانی کا ہونا۔

گذشتہ چھتیس سال سے پاکستان کی سیاسی تاریخ کو جس ڈگر اور انداز پر مرتب کیا جا رہا ہے مستقبل کا مؤرخ ہی نہیں رواں دور کی نسل بھی اپنے ماضی سے تہی دامن نظر آ رہی ہے۔ ابھی سے اس دیوار کو اگر درست نہ کیا گیا تو یہ ٹیڑھا پن ساری عمارت کو ہی لے بیٹھے گا۔ "کاروانِ احرار" یا "تاریخ آزادیٔ برصغیر" اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ جس کے ذریعے سے تاریخی چہروں

اور واقعات سے گرد و غبار صاف کیا جا رہا ہے تاکہ آئندہ کا مورخ صاف اور سنہری راہوں پر سفر کر سکے۔

مسلم لیگ، کانگریس، جمعیۃ علمائے ہند، مجلسِ احرار اور تحریک خاکسار کی سیاسی جدوجہد کے پس منظر میں ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۵ء تک فی الحال کاروانِ احرار چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ساتویں جلد زیرِ طبع ہے۔ زندگی نے وفا کی تو یہ تاریخی دستاویز آٹھ جلدوں میں جنوری ۱۹۸۴ء تک مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔

ع خدا اگر کامیاب کر دے

اس ضمن میں مجھے آپ کے تعاون اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔

آپ کا

جانباز مرزاؔ

مرزا صاحب کے بعد حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے عجب اور پر اثر انداز میں ایسا جامع اور مختصر خطاب فرمایا کہ مجمع عش عش کر اُٹھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جانباز آزادی کا مجنوں ہے اس نے آزادی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

جانباز مرزا نے کہیں خود اپنے متعلق لکھا ہے کہ:

؎ ہمیں تو موت ہی آئی جوانی کے بدلے
ہوئے جواں تو لگے حسینوں پہ مرنے

میں نے تلاش کیا کہ جانباز کی حسینہ رقاصہ اور محبوبہ آخر کون ہے تو پتہ چلا وہ تو آزادی کی نیلم پری ان کی محبوبہ ہے جس کے

؎ جانباز مرزاؔ نے اپنی جوانی دلوانی کا بڑا!

حصہ جیل کی کال کوٹھڑی کی نذر کر دیا اور آزادی کے عشق میں ان کا بازو ٹوٹا ہوا ہے لیکن جانباز خوش قسمت ہیں کہ ملک کی آزادی کی خاطر ان کی قربانیاں رنگ لائیں اور وہ آزادی سے ہمکنار ہوئے مزید خوش بختی یہ کہ کاروان احرار جیسی عظیم و ضخیم کتاب مرتب کرنے کا سہرا ان کے سر بندھا ہے حالانکہ جماعت میں اچھے اچھے اہلِ قلم تھے لیکن:

ع پیا جس کو چاہیں سہاگن بنائیں

اور آج کی اس تاریخی تقریب پر جتنا بھی خدا کا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ہر طبقہ و ہر خیال کے لوگ "کاروان احرار" لکھنے پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں ہمارے ہاں عموماً بڑے کام اور کارنامے انجام دینے والوں کو اس جہانِ آب و گل سے کوچ کر جانے کے بعد خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے لیکن جانباز مرزا قسمت کے دھنی ہیں کہ انہیں اپنی زندگی میں اعزاز و اکرام اور طلائی تمغہ سے نوازا جا رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی جانب سے محترم مرزا صاحب کو طلائی تمغہ پہنایا اور دعائیں دیں۔

آپ نے فرمایا ہماری دلی دُعا ہے کہ جانباز مرزا کو حق تعالیٰ ہمارے سروں پر صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت رکھیں تاکہ جس تاریخی کام کی تکمیل کا بیڑا انہوں نے اُٹھایا ہے، اسے بحسن و خوبی انجام تک پہنچا سکیں۔ آمین

۱۴۔ مارچ بروز پیر: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے آر۔ اے بازار لاہور کی جامع مسجد میں بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر منعقد کرائی۔ مجلسِ ذکر کے بعد حضرت میاں صاحب مدظلہٗ نے "ذکر اللہ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مسلمانوں کی اجتماعی پریشانی کا صرف اور اور صرف ایک حل ہے کہ ہم اپنے قلوب کو ذکر اللہ سے منور کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے دِلوں کی مَیل صاف ہوتی ہے۔ میاں صاحب نے تقریر کے اختتام پر پُرسوز دُعا کرائی۔

۱۶۔ مارچ بروز بُدھ: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے گوجرانوالہ میں جناب میاں عبدالرحمٰن صاحب کے گھر مجلسِ ذکر کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا صوفی محمد یونس صاحب پنڈی والے بھی مدعو تھے انہوں نے مجلسِ ذکر منعقد کرائی۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب نے "غیبت" کے موضوع پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ انہوں نے اس تقریب میں کثرت سے تشریف لانے والی عورتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ غیبت کی بیماری مردوں کی نسبت عورتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انہوں نے تلقین کی کہ اس خطرناک بیماری سے بچنا ہر حالت میں ضروری ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ غیبت سے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ ہماری ماؤں اور بہنوں کو اپنی اولاد کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہیئے۔ تاکہ نیک اور صالح اولاد دین اور دنیا دونوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔

۱۷۔ مارچ بروز جمعرات: چاند مہینے

کی ہر پہلی جمعرات کو جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں آیت کریمہ منعقد ہوتی ہے۔ اس میں شرکت کے لئے دُور دراز سے کثیر تعداد میں لوگ تشریف لاتے ہیں اس دفعہ موقع کی مناسبت سے بطلِ حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ اس جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ اور نامور پہلوان زبیر عرف جھارا نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ مقررین نے شاندار الفاظ میں حضرت ہزارویؒ کی دینی، ملکی اور ملّی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ آخر میں ان کی ترقی درجات کے لئے ادب و عقیدت سے دعا کی گئی۔

۱۸۔ مارچ بروز جمعۃ المبارک: محترم مولانا میاں اجمل قادری صاحب ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں سے ڈیرہ غازیخان جانا ہوا۔ یہاں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میں ہزاروں افراد کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ بعد مغرب مجلسِ ذکر منعقد ہوئی۔ مجلسِ ذکر کے بعد سینکڑوں حضرات نے میاں صاحب کے ہاتھ پر بالواسطہ بیعت کی۔

۲۵۔ مارچ بروز جمعۃ المبارک: جناب میاں ابراہیم قریشی صاحب کی شادی خانہ آبادی لاہور میں بخیر و خوبی انجام پا گئی۔ حضرت اقدس نے نکاح مسنونہ پڑھایا میاں ابراہیم قریشی صاحب جناب سلطان احمد قریشی صاحب [illegible] ملتان کے صاحبزادے ہیں موصوف نے [illegible] پنجاب یونیورسٹی سے سندِ فراغت حاصل کی ہے۔ میاں ابراہیم قریشی خوش اخلاق اور بہت ہی سعادت مند نوجوان ہیں۔ لاہور میں قیام کے دَوران اُن کا اکثر وقت حضرت اقدس کی خدمت میں گذرتا تھا اور حضرت اقدس ان سے بہت شفقت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی سرفرازیاں نصیب فرمائے۔

محترم میاں اجمل صاحب اسی رات بذریعہ کراچی ایکسپریس خانپور روانہ ہو گئے۔ یہاں انہوں نے میاں غلام محمد انور کی صاحبزادی کی شادی میں شرکت فرمائی میاں غلام محمد انور صاحب، میاں ظہیر الحق صاحب دین پوری کے صاحبزادے ہیں۔ میاں صاحب موصوف حضرت مولانا عبید الہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ میاں غلام محمد انور صاحب کے گھر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی ہیں جو حضرت مولانا عبد المجید صاحب سوہدرے والوں کی صاحبزادی ہیں۔ میاں اجمل قادری صاحب نے شادی میں شرکت کے بعد دو بجے دوپہر میزبانوں سے اجازت لے کر دین پور شریف حاضری دی اور حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہ العالی سے مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔ دین پور میں ان دِنوں مسجد کی تعمیر جاری ہے۔ پرانی مسجد کی جگہ نئی اور کشادہ مسجد زیر تعمیر ہے۔ میاں صاحب نے زیر تعمیر مسجد دیکھی اور آئندہ کے منصوبہ کے بارے میں حضرت دین پوری سے مشاورت ہوئی۔ راستے میں خانپور اور ملتان اسٹیشنوں پر جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلباء اسلام کے سینکڑوں ساتھیوں نے میاں اجمل کا استقبال کیا۔ خانپور سے بذریعہ بس میاں صاحب فقیر والی روانہ ہوئے۔ رات جلسہ عام سے خطاب کیا اور اختتامیہ دعا فرمائی۔

۲۶۔ مارچ بروز ہفتہ: نماز فجر کے بعد میاں صاحب بہاولنگر تشریف لائے۔ وہاں درس قرآن دینے کے بعد منچن آباد تشریف لے گئے۔ وہاں گیارہ بجے دن جلسہ عام سے خطاب کیا۔ فراغت کے بعد براستہ پاکپتن ساہیوال تشریف لائے۔ اور وہاں سے بذریعہ کوئٹہ ایکسپریس ملتان پہنچے وہاں قاری نورالحق قریشی ایڈووکیٹ کے ساتھ خان گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں جلسہ عام میں رد شیعیت اور ردّ بدعت پر بڑا پر مغز اور مدلل خطاب فرمایا۔ کثیر تعداد میں لوگ میاں صاحب سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور سینکڑوں حضرات نے میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۲۷۔ مارچ بروز اتوار: میاں اجمل اور تمام اہلِ خانہ نے میاں ابراہیم قریشی کی دعوت ولیمہ مسنونہ میں شرکت کی۔ میاں صاحب کا قیام قریشی صاحب کے دولت کدے پر ہی رہا۔ احباب ملنے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے نائب مہتمم جناب حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم قاسمی بھی تشریف لائے۔ اور میاں صاحب کو مدرسہ کے دَورہ کی دعوت دی۔ اگلے روز میاں صاحب مدرسہ قاسم العلوم تشریف لے گئے۔ جماعتی احباب کی ایک کثیر تعداد ہمراہ تھی۔ مدرسہ قاسم العلوم گلگشت کالونی کے مختلف شعبہ جات دیکھے۔ اور اساتذہ کرام سے مفید مشاورت ہوئی۔ ملتان میں میاں صاحب نے حضرت مولانا تونسوی صاحب [illegible]

محمد حنیف جالندھری مہتمم مدرسہ خیر المدارس اور جناب گردیزی صاحب سے ملاقاتیں کیں۔

۲۸۔ مارچ بروز پیر: میاں صاحب ممڈال اور ڈھل نجیب بھی تشریف لے گئے۔ وہاں نماز عصر کے بعد ایک عظیم الشان جلسہ عام سے حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اور محترم میاں اجمل صاحب نے خطاب فرمایا۔ ممڈال وہ قصبہ ہے جہاں قطب الاقطاب حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ بچپن میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ قصبہ شروع سے ہی توحید پرستوں کا گڑھ رہا ہے اور یہاں کے اکثر حضرات نے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے برابر روحانی تعلق قائم رکھا۔ اس روز علاقے کے لوگوں کی خوشی دیدنی تھی۔ حضرت لاہوریؒ کے پوتے اور اپنے شیخ کے صاحبزادے کو اپنے درمیان پا کر لوگ پھولے نہیں سماتے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے لوگوں سے انفرادی ملاقاتیں بھی فرمائیں۔ عشاء کے بعد حضرت میاں صاحب واپس ملتان تشریف لے آئے۔

گذشتہ دنوں انجمن خدام الدین کی مجلس منتظمہ کا اجلاس مدرسہ قاسم العلوم کی شاہ ولی اللہ لائبریری میں ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت اقدس دامت برکاتہم نے فرمائی۔ حضرت مدظلہٗ نے اپنے صدارتی خطبے میں انجمن خدام الدین کی ستر سالہ تاریخ مختصر الفاظ میں بیان فرمائی اور مختلف ادوار میں سابق عہدے داران اور کارکنوں کے للہیت وخلوص کے بعض واقعات بیان کر کے ان کے حق

ں دعا ں۔

انجمن کے اجلاس میں حضرت میاں اجمل صاحب مدظلہٗ کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ میاں صاحب کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے پیش نظر انجمن کے انتظامی امور کے انجام دہی کے لئے حضرت میاں صاحب کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے لئے میاں محمد صادق صاحب ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین کے علاوہ جناب طفیل بٹ صاحب اور محمد ازہر صدیق صاحب کو ممبر چنا گیا۔ مجلس منتظمہ کی یہ کمیٹی حضرت مدظلہٗ کی سرپرستی اور حتمی منظوری سے انجمن کے تمام شعبوں کی کارکردگی کو بہتر بنائے گی۔

مدرسہ البنات میں گذشتہ ۱۴ برس سے نماز ظہر کے بعد سکولوں اور کالجوں کی طالبات کو ناظرہ قرآن پاک ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کی خدمت سرانجام دی جا رہی ہے اب اس تعلیم کو دو ۲ سے بڑھا کر چار گھنٹے تک کر دیا گیا ہے اور اس میں بچیوں کو قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں تاکہ طالبات کو دو جگہ تعلیم حاصل کرنے کی زحمت سے بچایا جا سکے اور اُن کو دینی تربیت سے آراستہ کر کے ملک وملت کی بہترین خدمت کے لائق بنا جا سکے۔

۱۔ اپریل بروز : خدام الدین فاؤنڈیشن کے شعبہ خواتین کا ایک اجلاس بیگم حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہا کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کلیۃ البنات کے قیام اور نصاب اور وسائل کے لئے غور کیا گیا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہر نوچندی جمعرات کو ظہر سے پہلے آیت کریمہ کا ختم (صرف برائے خواتین) مدرسہ البنات میں ہوا کرے گا اور اُس کے بعد خواتین کے لئے درس قرآن ہوا کرے گا۔ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ معلمات مدرسہ البنات اور ہونہار طالبات کو قرآن مجید پر خصوصی محنت کروائی جائے تاکہ خالص عورتوں کے اجتماعات منعقد کر کے حضرت لاہوریؒ کے طریقہ پر عورتوں کی درس قرآن کے ذریعہ اصلاح کی جا سکے۔ علاوہ ازیں باپردہ اجتماعات ماہانہ طور پر بھی مدرسہ البنات میں منعقد کئے جائیں گے اور حضرت اقدس مدظلہٗ کے علاوہ ممتاز علمائے کرام کو درس قرآن کے لئے مدعو کیا جائے گا۔

۳۔ اپریل بروز اتوار: تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تقریباً سوا بارہ بجے دوپہر تشریف لائے حضرت جی کے ہمراہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری جن کی تقریر کا ایک زمانہ معترف ہے، بھی تشریف لائے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب، سلطان فونڈری لاہور کے محترم افضل صاحب اور تقریباً بیس مزید حضرات حضرت جی کے ساتھ تھے۔ مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں یہ روحانی مجلس ایک عجیب منظر دکھا رہی تھی۔ اس بابرکت مجلس میں دونوں بزرگ عاجزی وفروتنی کا مرقع نظر آ رہے تھے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے ساتھ بیتے ہوئے واقعات کا تذکرہ فرمایا اور تبلیغی جماعت کے کام کے بارے میں بہت سی مفید باتیں ہوئیں۔ حضرت اقدس نے تمام حضرات کو وہ سرمہ جس میں روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی

مقدس غبار شفا شامل ہے عنایت فرمایا۔ خدام الدین کا حضرت شیخؒ نمبر بھی تمام حضرات کو حضرت اقدس نے تحفتہً عطا فرمایا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی نے اس نمبر کی بہت تعریف فرمائی۔ اس بابرکت مجلس کے اختتام پر حضرت جی نے بڑی رقت آمیز دُعا فرمائی۔

اسی روز بعد نماز مغرب حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سمن آباد تشریف لے گئے۔ اور حسبِ معمول وہاں مسجدِ خضراء میں مجلسِ ذکر منعقد کرانے کے بعد خطاب بھی فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد کراچی سے تشریف لائے ہوئے مشہور نقّاد اور نامور مورّخ ڈاکٹر ایوب قادری نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ اور مختلف امور پر تبادلہ خیالات کیا۔

۸۔۹۔ اپریل بروز جمعرات اور جمعۃ المبارک: جامع مسجد شیرانوالہ میں نظام العلماء پاکستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کنونشن منعقد ہوا۔ نظام شریعت کنونشن کی مختلف نشستوں سے جیّد علماء کرام مرکزی اور صوبائی عہدیداران نے خطاب کیا۔ جس کی تفصیلی رپورٹ ہفت روزہ ترجمانِ اسلام میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرتِ اقدس نے نماز جمعہ کے بعد کنونشن کی ایک عظیم الشان نشست سے خطاب فرمایا اور پھر کنونشن کی آخری نشست کی جو بعد نماز عشاء منعقد ہوئی صدارت فرمائی اور انتہائی مدلل اور جامع خطاب فرمایا۔

۱۳۔ اپریل بروز بدھ: استاذ العلماء حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں کے صاحبزادے مولانا عبدالرزاق صاحب تشریف لائے۔ صبح دس بجے مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے اُن سے ملاقات فرمائی۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو برصغیر کے بڑے بڑے جیّد علماء کرام کے استاد گزرے ہیں۔ اُن کی شخصیت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ میاں صاحب نے مولانا عبدالرزاق صاحب کو ادارہ خدام الدین کی مطبوعات پیش کیں۔ جنہیں دیکھ کر مولانا عبدالرزاق صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور اس کام کو بہت سراہا اور دعائیں دیں۔

جامع مسجد حضرت لاہوریؒ کے امام الصلوٰۃ مولانا قاری غلام فرید صاحب جو گذشتہ بیس سال سے یہاں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں بلوچستان میں تقریباً پندرہ یوم گزارنے کے بعد تشریف لائے انہوں نے حضرت اقدس سے ملاقات کی اور وہاں کے حالات سُنائے۔ اور خاص کر اُن تمام حقائق اور تفصیلات سے آگاہ کیا۔ جو ذکری فرقے نے وہاں اپنے خود ساختہ مذہب کے سلسلہ میں پھیلا رکھی ہیں۔ اور کوہ مراد کے مقام پر اپنا الگ کعبہ بنا رکھا ہے۔ اور اُس کا نعوذ باللہ طواف بھی ہوتا ہے۔ اور بدقسمتی سے اب تک غیر شرعی اور غیر اسلامی عقائد کی تبلیغ بھی جاری ہے۔

اسی رات بعد عشاء حضرت اقدس نے فاروق گنج لاہور میں ایک شادی کی تقریب کی شرکت فرمائی اور نکاح مسنونہ پڑھایا، رات ساڑھے دس بجے شیخ نصیر احمد صاحب ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان نے حضرت اقدس سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر راہنمائی حاصل کی۔

۱۴۔ اپریل بروز جمعرات: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ العالی پسرور تشریف لے گئے۔ وہاں بعد عشاء سالانہ جلسہ عام میں شرکت فرمائی اور فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کرائی اور بڑا پُر مغز خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے بہت ہی شفقتوں اور دعاؤں سے نوازا۔

اسی روز بعد دوپہر مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور نظام العلماء پاکستان کی طرف سے ایک دعوتِ استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔ نظام العلماء کے مرکزی کنونشن کے موقع پر جن ساتھیوں نے خدمات انجام دیں۔ اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ خود تشریف لائے اور بہت سی ہدایات سے نوازا۔

گذشتہ دِنوں حضرت میاں مسعود صاحب دین پوری دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے اور تقریباً دس روز تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں قیام فرمایا۔ اس دوراں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے مختلف اوقات میں ملاقاتیں ہوتی رہیں بعد میں حضرت میاں مسعود صاحب کے چھوٹے بھائی حضرت میاں ریاض احمد صاحب بھی تشریف لائے اور کچھ دن یہاں قیام فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اس چشمہ فیض کو تاقیامت جاری رکھیں۔ آمین

۲۰۔ اپریل بروز بدھ: بعد دوپہر امریکہ کے سیاسی امور کے منسٹر مسٹر پرائس

(باقی ۵ پر)

بہنوں کا صفحہ

ترجمہ : لیڈی ڈاکٹر راشدہ قریشی

آپ اپنے بچے کی تربیت کیسے کریں ؟

جذباتی عدم آسودگی کی علامت

جذباتی تحفظ کے فقدان کے نتیجہ میں بہت سی علامات نمودار ہوتی ہیں جن سے یہ جانا جاسکتا ہے کہ بچے کو اپنی گھریلو زندگی میں جذبات کی تسکین و تکمیل کے مواقع حاصل نہیں ہوئے ۔ ان علامات کی کوئی فہرست مرتب کرنا اور ہر علامت کا اس کے سبب سے موازنہ کرنا ممکن نہیں ہے ، اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے ۔ حقیقتاً جذباتی عدم آسودگی کی علامات بہت عام اور معمولی اسباب سے جنم لیتی ہیں ۔ اور بعض اوقات یہ ان بچوں میں بھی نظر آتی ہیں جو مثالی خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔ یہ علامات تین اقسام کی کیفیت ظاہر کرتی ہیں ۔ عام ، خطرناک اور انتہائی خطرناک ؛ عام قسم کی علامات میں خود غرضی ، نمائش کا جذبہ ، چڑچڑاہٹ اعتماد کا فقدان ، سیدھے سادے فیصلے کرنے میں بھی دوسروں کی مدد کا طالب ہونا ، بے بنیاد خوف و خدشات ۔ لہجہ میں لڑکھڑاہٹ ، خواہ مخواہ مشتعل ہونا ، بااختیار افراد سے نفرت اور اعصابی عادات میں مبتلا ہونا شامل ہیں ۔ ایسے بچے ناخن کاٹتے ہیں ، انگوٹھا چوستے رہتے ہیں اور بستر پر پیشاب بھی کر دیتے ہیں یہ ان کی اعصاب زدگی کا اظہار ہیں ۔ جن والدین کے علم میں بچوں کے رویے کی یہ علامات آئیں انہیں دیکھنا چاہیے کہ اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں ؟ اس کے لئے انہیں اپنی گھریلو فضا کا جائزہ لینا چاہیے اور ان محرکات کا سراغ لگانا چاہیے جو بچے کی جذباتی نشوونما میں رکاوٹ کا موجب ہوں ۔

دوسری قسم کی علامات میں خطرناک کیفیت ظاہر کرنے والی علامات شامل ہیں ۔ ان میں جارحانہ رویہ ، توڑ پھوڑ کا رجحان ، چوری چکاری کرنا ، ہمیشہ لڑنے مرنے پر آمادہ رہنا ، پڑھنے پڑھانے اور کھیلنے میں ناکامیاں ، بولنے میں شدید نقائص ، گالی گلوچ ، بھاگ جانے کی کوششیں اور جنسی بے راہروی شامل ہیں ۔ جب کسی بچے میں ایسی ایک یا دو یا کئی علامتیں ظاہر ہوں تو والدین کو صرف سرزنش نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے اسباب کا کھوج لگانا چاہیے ۔ بعض حالات میں ڈاکٹر یا ماہر نفسیات سے مشورہ ضروری ہو جاتا ہے ۔ اس سے بھی خطرناک علامات میں انتہا درجے کی جذباتی کمزوری — اپنی عمر کے دوسرے لوگوں سے میل جول کے ناقابل ہونا اور جرائم کا رجحان شامل ہیں ۔

بچے کی ضروریات کی تکمیل

کسی بچے پر پیار کی بارش کر دینا ہی اس امر کے لئے کافی نہیں کہ وہ ایک کامیاب زندگی گذارنے کے لئے تیار ہو ۔ یہ سچ ہے کہ بچے کو محبت کی ضرورت ہوتی ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے "اپنا" سمجھا جائے ، اس کی اہمیت ہو ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بچے کو یہ سمجھنے میں بھی مدد دینا چاہیے کہ زندگی بڑی بھاری اور شدید ذمہ داریاں اور تقاضے رکھتی ہے ۔

بچوں کے ساتھ والدین کے سلوک میں محبت ضرور شامل ہو لیکن محبت کی دوسری بہن "فرض شناسی"

کو فراموش نہ کیا جائے ۔ محبت یا فرض شناسی میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنے سے بچے ۔

جذباتی عدم آسودگی کے باعث مشکلات میں مبتلا بچوں کی مدد کرنے کے کئی طریقے ہیں ۔ لیکن سب سے پہلے اس کا سبب جاننا ضروری ہے ۔ اور پھر بچے کی اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش جس کی آسودگی یا تسکین نہ ہوئی ہو ۔

جذباتی عدم آسودگی کا اظہار کرنے والا بچہ زندگی سے کوئی تسکین نہیں کر پاتا ۔ ہو سکتا ہے کہ خاندان کے ارکان خوشدلی سے اس کا خیر مقدم نہ کرتے ہوں یا سکول کے ساتھیوں میں اس کی قدر افزائی نہ ہوئی ہو ۔ اپنی عمر کے گروپ میں اسے موزوں مقام نہ ملا ہو ۔ چنانچہ بچے پر یہ ثابت کرنا والدین کا کام ہے کہ اسے قبول کیا جاتا اور اسے پیار کیا ہے ۔ اس کی تعریف کریں اور یہ ظاہر کریں کہ بہت سے معاملات کے لئے اس کی بڑی ضرورت ہے تاہم اس کے طریقے خود والدین زیادہ اچھی طرح اور اپنے حالات کے مطابق وضع کر سکتے ہیں ۔

بہت سے والدین یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ خود اپنے دماغ میں ایک نمونہ ایک آئیڈیل گھڑ لیتے ہیں اور پھر بچے سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ یہ نمونہ ' یہ آئیڈیل بن کر دکھائے ۔ وہ نہیں جانتے کہ بچے کی ایک مختلف شخصیت ہوتی ہے اور اسے اسی کے مطابق پروان چڑھنا چاہیے تاکہ والدین کے آئیڈیل کے روپ میں — اس دوسری صورت میں بچے کے لئے والدین کے معیار پر پورا اترنا ناممکن ہو جاتا ہے ۔ ان حالات میں بچے کو بے حوصلہ کرنے کے بجائے اس کی اپنی انفرادیت کو اجاگر کرنے کی جدوجہد کرنا چاہیے ۔ ایسے کام کرنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے جس سے اسے معلوم ہو کہ وہ قابلیت و اہلیت رکھتا ہے اسے اپنی کامیابی کا سرور ملنا چاہیے خواہ اس کے لئے سٹیج خود والدین تیار کریں ۔ ایک بار جب بچہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس سے پیار کیا جاتا ہے اور اسے خاندان کے ایک رکن کا درجہ حاصل ہے اور وہ کچھ کرنے کے بھی قابل ہے تو اس کی جذباتی صحت بہتر ہونا شروع ہو جاتی ہے ۔

اگر بچہ نافرمان ہے یا وہ دانستہ غلطی کرتا ہے تو اس کے مطابق ہی اس سے نپٹنا چاہیے اسے سزا دی جا سکتی ، نصیحت کی جا سکتی ہے ۔ لیکن یہ سب کچھ برسرِعام ، سب کے سامنے نہ ہو ، علیحدگی میں ہو جب کہ خاندان کا کوئی دوسرا فرد سن نہ رہا ہو ۔

بقیہ : احادیث ارسول

اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا اَبَدًا رواہ مسلم ۔

ابی سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بہشتیوں کو) ایک پکارنے والا پکارے گا ۔ تمہارے لئے یہ فیصلہ ہے کہ ہمیشہ تندرست ہی رہو ۔ کبھی بیمار نہ ہو اور ہمیشہ ہی زندہ رہو ۔ اور کبھی نہ مرو اور تم ہمیشہ جوان ہی رہو اور کبھی بوڑھے نہ ہو اور تم ہمیشہ چین میں رہو ۔ اور کبھی محنت اور مشقت نہ دیکھو ۔

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔ مدیر

مولانا محمد اسحٰق سندیلوی کا مسلک اور خارجی فتنہ

مؤلف : مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
قیمت : -/۲۵ روپے
ناشر : تحریک خدام اہلسنت، چکوال ضلع جہلم

اپنی ادارتی زندگی میں پہلی بار کسی کتاب کے تعارف کے سلسلہ میں میرا قلم رُک رُک رہا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے یہاں دینی معتقدات اور تاریخی روایات کو اس طرح گڈمڈ کر دیا گیا ہے کہ ایک جویائے حق کے لئے بڑی ہی کٹھن صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد جس یہودی عنصر نے منافقت کا روپ دھارا تھا اُس نے ارتحال نبوی کے دل ہلا دینے والے حادثہ کے بعد خلافت کے مسئلہ میں جو روش اختیار کی اس نے افراتفری کی صورت پیدا کی گو کہ شروع دَور میں انہیں زیادہ پر پُرزے نکالنے کا موقع نہ ملا لیکن بالآخر ایسا وقت آیا کہ وہ ایرانی سطوت کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اس کے بعد جو دو کیمپ بنے اور ان کے درمیان جو لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہُوا ان کے نتیجہ میں مِلّت کے انتہائی قیمتی انسان شہید ہوئے، خود خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی افراتفری کے زمانہ میں مسجد کوفہ میں منافقین کے خنجر کا شکار ہو گئے تاآنکہ اُن کے بعد حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے تدبّر، صلح جوئی اور جذبات کی فراوانی نے امت کو جوڑ دیا لیکن یہ جوڑ یار لوگوں کو ایک لمحہ گوارا نہ ہُوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے حلیم و مدبر خلیفہ راشد کے بعد وہ پھر پر پرزے نکالنے لگے تاآنکہ ان کی دسیسہ کاریوں کے سبب حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ ھائلہ پیش آیا۔ پھر سرآغا خاں اول کے الفاظ میں بنوامیہ کی عظیم الشان خادم اسلام حکومت و سلطنت پارہ پارہ ہوئی پھر بنو عباس ہٹے، بغداد تباہ ہُوا اور پھر ایسا سکون لٹا کہ الامان! حتیٰ کہ دور آخر کی عثمانی سلطنت، اس سے پہلے مغل سلطنت اور ٹیپو کی شہادت جیسے تمامتر واقعات اس سازشی ٹولہ کی دسیسہ کاریوں کے سبب پیش آئے۔ ماضی قریب میں رفض و سبائیت کے نام لیواؤں کی مکروہ فطرت کا تجزیہ کرتے ہوئے بعض اہل قلم نے بہت کچھ لکھا. لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ. وہ رد عمل میں ایسی باتیں کہہ گئے جو کسی طرح مناسب نہ تھیں — ردِ عمل کے طور پر جذباتیت سامنے آتی ہے اور جذباتیت بہر طور اچھی نہیں — پھر کچھ ایسے حضرات سامنے آئے۔ جنہوں نے دو انتہاؤں کے درمیان ہو کر حقائق کو نکھارا اور حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی قرآن و سنت میں متعین حیثیت قائم رکھتے ہوئے تاریخی روایات کی چھان پھٹک کی۔ اس قسم کے باہمت افراد کا ہاتھ بٹانا وقت کی ضرورت تھی تاکہ ایک طرف رفض و سبائیت کا طوفان بلاخیز ختم ہو تو دوسری طرف رد عمل کی تحریکوں کو دائرہ عمل میں رکھا جا سکے لیکن افسوس کہ ایسا کرنے کے بجائے ان شخصیات کو نشانہ پر رکھ لیا گیا۔ جس کی افسوسناک مثال یہ کتاب ہے۔ ہمیں ذاتی طور پر معلوم ہے کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی نے کراچی جیسے شہر میں کتنا اہم کام سرانجام دیا لیکن انہیں خارجی ثابت کرنے کی یہ کوششیں کسی طرح مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی۔ دراصل یہ المیہ اس لئے رونما ہو رہا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا معتقدات دینی اور تاریخی روایات کو باہم گڈمڈ کر دیا گیا ہے اور اختلاط کا نتیجہ بہر طور صحت مند نہیں ہوتا — ایران میں خمینی کے خونی انقلاب اور پاکستان میں اس کے بڑھتے ہوئے اثرات پر قابو پانے کے لئے اہل سنت کے دعویدار بزرگوں کا باہمی ربط و ارتباط ضروری ہے۔ اسی جذبہ صادقہ کے تحت ہم اپنے مخدوم و معظم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم سے درخواست کریں گے کہ ان حضرات پر انہیں اس قسم کی بدگمانی ہے ان سے مجلسی گفتگو کا اہتمام فرمائیں اور علمی انداز سے مسائل کو حل کر کے امّت کی بہتری کا سامان فراہم کریں — اللہ رب العزت مسلک حقہ کے خدام کو اس پُر پیچ دوَر میں جادہ اعتدال پر رہنے اور مسائل کو احسن طریق سے نمٹانے کی توفیق دے — کاش! قاضی صاحب جیسے عظیم المرتبت انسان کے بالغ قلم سے ایسی تحریر منصۂ شہود پر نہ آتی۔

الطاریٔ الدراری لہفوات عبدالباری
ہرسہ حصہ

قیمت مکمل سیٹ : تیس روپے
ملنے کا پتہ :- انجمن ارشاد المسلمین، ۶،بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ، لاہور

کتنا ہلاکت خیز تھا وہ فتنہ جسے فتنہ تکفیر کا نام دیا جاتا ہے اور جس کے بانی اِن دیار میں مولانا احمد رضا خان تھے جو ۱۹۲۱ء میں موت سے ہمکنار ہونے والے اس بزرگ کو آج ان کے خدام و عقیدت مند بہت کچھ کہہ رہے ہیں لیکن یا تو یہ واقعی حالات سے آگاہ نہیں یا تجاہل عارفانہ کا شکار ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے عصر اور قریبی دور کے ایک ایک فرد اور ایک جماعت کو کفر کی آغوش میں (بزعم خویش) پہنچایا اور اس ضمن میں اگر ان کی جملہ تحریرات اکٹھی کی جائیں تو شاید وہ خود بھی مسلمان نہ رہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ سے وہ نالاں، شاہ ولی اللہؒ سے وہ ناخوش، اس کے نبیرہ شاہ شہیدؒ ان کے نزدیک کافر — اور آگے بڑھیں تو دیوبند، علی گڑھ، ندوہ اور فرنگی محل جیسی علمی درسگاہوں کا کوئی ایک فرد ان سے نہ بچا ادھر لیگ سے لے کر کانگریس تک، خلافت سے لے کر احرار و جمعیۃ تک کسی تحریک و جماعت کو انہوں نے نہ بخشا۔ غصہ میں آئے تو مولانا معین الدین اجمیری کو لتاڑ دیا۔ مولانا عبدالماجد بدایونی کو رگید دیا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محل کو فی النار والسقر کر دیا — معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا اپنے کو اس منصب پر سمجھتے کہ کفر و اسلام کا ہر فیصلہ انہی سے ہوگا اور بس — اس نفرت انگیز اور مکروہ رویّہ نے امت کو جتنا نقصان پہنچایا اس کا ان عزیزانِ گرامی کو شاید اندازہ نہیں جو آج مولانا کی شخصیت بنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ بہرحال یہ ان کا کام ہے ہمیں اس سے سروکار نہیں — اللہ تعالےٰ عقیدت کے اس غلو و افراط سے بچائے — ہمارے

سامنے اس وقت ایک کتاب ہے جس کا نام الطاری الدراری ہے اس کے تین حصے ہیں حصہ اول ۵۶ حصہ دوم ۸۸ اور حصہ سوم ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حسنی پریس بریلی میں تینوں حصے چھپے تھے۔ اور یہ قصہ ہے ۱۳۳۹ھ کا گویا آج سے ۶۴ برس قبل کا ——— جب مولانا احمد رضا خان فرنگی محلی خاندان کے گل سرسبد مولانا عبدالباری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑے۔ بے چارے مولانا عبدالباری نے ہزار بار کہا اور لکھا کہ میں مسلمان ہوں اور جو باتیں آپ میری طرف منسوب کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں لیکن مولانا احمد رضا مان جاتے تو ان کا کیا کمال ——— ہر خط کے جواب میں وہ مولانا عبدالباری کی وجوہات کفر میں اضافہ کرتے چلے گئے اور مسئلہ ۱۰۲ وجوہات تک پہنچا دیا۔

اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب جو ابا کی صحیح نشانی تھے انہوں نے یہ جملہ خط و کتابت اور مابقی تفصلات ان رسائل میں مجتمع کر کے اپنی ٹکسال کے کلاسیکل لٹریچر میں اضافہ کیا ——— اب اگر آپ کسی سے کہیں کہ مولانا احمد رضا خان نے یہ کیا غضب ڈھایا کہ مولانا عبدالباری جیسے بزرگ کو نہ چھوڑا تو ان کے عقیدت مند مان کر نہیں دیتے اور مصر ہوتے ہیں کہ ایسی بات نہیں۔

اس پس منظر میں انجمن ارشاد المسلمین نے ۱۳۳۹ھ کے اس نسخہ کا عکس لے کر چھاپ دیا ہے جو حوالہ کی بہترین کتاب ہے اللہ کرے کہ مولانا عبدالستار نیازی جو مولانا احمد رضا کے حلقہ کی جمعیۃ کے ذمہ دار رکن ہونے کے باوصف اتحاد کے لئے سرگرم عمل ہیں ان نگارشات پر نظر کر کے اپنے حلقہ کو باور کرا سکیں کہ یہ تکفیری دستاویزات دریا برد کرنے کے قابل ہیں ——— یقین کریں کہ آج کے سنی بریلوی دوست اگر اس ذخیرہ سے دست بردار ہو جائیں تو امت کی وحدت کا مسئلہ آسان ہو جائے گا اور مستقبل کے خطرات سے امت محفوظ ہو جائے گی۔

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

ناک کی بیماری

س: مجھے ناک بند رہنے کی بیماری ہے۔ یہاں اس بیماری کا کافی علاج کرایا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہو رہا نیز ٹی بی کا نسخہ اور اس کا استعمال مفصل تحریر فرمائیں۔

(مولوی غلام رسول امام مسجد، بحرین)

ج: ناک بند رہنے کے کئی اسباب ہیں۔ ایک سبب ناک کے اندر زائد گوشت کا پیدا ہونا بھی ہے جسے بواسیر الانف کہتے ہیں۔ اس کا بہتر علاج اپریشن ہے۔ اگر یہ سبب نہیں تو آسان علاج یہ ہے کہ ناک میں نمکین پانی صبح و شام اس طرح چڑھایا جائے کہ ایک نتھنے سے داخل ہو کر دوسرے نتھنے سے خارج ہو۔ اس کے ساتھ جند بیدستر کو باریک پیس کر پانی میں حل کر کے ناک میں ٹپکایا جائے۔

ٹی بی کا نسخہ اور اس کا مفصل بیان ۲۸ مئی ۱۹۸۲ء کے خدام الدین میں شائع ہو چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

دمہ کا علاج

س: میں خود ڈاکٹر ہوں میری عمر تیس برس ہے۔ پندرہ برس سے دمہ کے مرض میں مبتلا ہوں۔ دس سال سے مسلسل ایلوپیتھک ادویات استعمال کر رہا ہوں لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی — روزانہ تین چار بار پاخانہ آتا ہے۔ معدہ اور مثانہ بھی کمزور ہے۔ پیشاب کی کثرت ہے۔ مرغ، انڈہ، زیادہ جات، مرچ، دال چنا، آلو، گوبھی دال ماش، دیسی گھی کچھ موافق نہیں آتا، بھوک خوب لگتی ہے۔ کھانا ٹھیک ہضم ہو جاتا ہے۔ پیاس بھی ٹھیک ہے۔ کمزوری بہت زیادہ ہے، وزن ۴۵ تا ۴۸ کلو ہے

ڈاکٹر نثار احمد قریشی مسہر ضلع راولپنڈی

ج۔ روزانہ صبح سویرے ایک کپ نیم گرم پانی میں ایک چمچہ خالص شہد اور ایک لیموں کا رس ملا کر پیئیں روزانہ رات سوتے وقت شربت زوفا دو تولہ گرم پانی میں ملا کر پیئیں۔ بکری کا دودھ صبح و شام پیا کریں۔

پاخانے کی بار بار حاجت کے لئے جوارش مصطگی ۳/۴ ماشہ صبح و شام کھایا کریں۔ دراصل آپ کے جگر میں خرابی ہے۔ دیگر مفصل حالات کے مفصل جواب کے لئے جوابی لفافہ بھیجئے۔

تقطیر البول

س: میں کچھ عرصہ سے عارضہ پیشاب میں مبتلا ہوں۔ یعنی پیشاب کے بعد پیشاب کا قطرہ آتا ہے۔ نیز سر اور داڑھی کے بال آہستہ آہستہ شروع ہونے لگے ہیں۔ پہلے بھی جوابی لفافہ بھیجا تھا جواب نہیں ملا۔

محمد یوسف غلزئی
لیاقت روڈ، کوئٹہ

ج: اگر آپ نے جوابی لفافہ بھیجا تھا تو آپ کو بذریعہ ڈاک ضرور جواب دیا جا چکا ہوگا۔ براہِ کرم آپ جوابی لفافہ لکھ کر مطبوعہ سوالنامہ منگا لیں تاکہ آپ کے امراض کی پوری کیفیت معلوم کر کے آپ کو صحیح مشورہ دیا جا سکے۔

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۲۱ ۱۶۳ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری C.B.T ۲۲۷-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۵۷ء
۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰۷۶۷ D.D.۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۲/۴۰-۱۵۴۲۱ ۳ جون ۶۴ء

حضرت لاہوری قدس سرہ کا ترجمہ

عکسی

قرآن مجید

اپنی اعلیٰ ترین روایات کے ساتھ مئی کے آخر تک تیار ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

چاروں صوبوں میں تقسیم کنندگان کی ضرورت ہے۔

خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

محمد ازہر صدیق، محمد طفیل بٹ کنٹرولر اشاعت قرآن حکیم انجمن خدام الدین۔ لاہور